مدرک، لاحق اور مسبوق کے احکام ومسائل

مدرک، لاحق اور مسبوق کی تعریف:

سوال: مدرک اور مؤتم میں کیا فرق ہے اور مسبوق اور لاحق میں کیا؟

الجواب

مؤتم کا لفظ کبھی تو مطلق مقتدی کے معنی میں بولا جاتا ہے اور اس اطلاق میں یہ لفظ مدرک اور لاحق اور مسبوق سب کوشامل ہے، کما لایخفی علٰی من تتبع کتب الفن اور کبھی لفظ مؤتم خاص مدرک کے معنی میں بولا جاتا ہے تو اب یہ مسبوق اور لاحق کے مقابل ہو جائے گا، اس سے معلوم ہوا ہے کہ مؤتم کوئی خاص قسم نہیں؛ بلکہ مقتدی جس کو دوسرے لفظ میں مؤتم بھی کہتے ہیں، تین قسم پر ہے، جن کی تفصیل مع تعریفات کے درج ذیل ہے۔

(۱) مدرک وہ شخص ہے، جس نے پوری نماز امام کی اقتدا میں پڑھی ہو۔

(۲) لاحق وہ شخص ہے، جو ابتداءً امام کے ساتھ شریک نماز ہوا؛ مگر بعد میں کسی عذر سے، یا بلا عذر اس کی تمام رکعتیں، یا بعض رکعتیں رہ گئیں۔

(۳) مسبوق جو ابتدا میں امام کے ساتھ شریک نماز نہ تھا، ایک، یا چند رکعتیں گذرنے کے بعد شریک ہوا۔

کما فی الدر المختار: واعلم أن المدرک من صلاها کاملة مع الإمام واللاحق من فاتته الرکعات (کلها أوبعضها) ولکن (بعد اقتدائه (إلٰی قوله) والمسبوق من سبقه الإمام بها أوببعضها. (۱)

مسبوق اور لاحق کے احکام میں اہم فرق یہ ہے کہ لاحق اپنی تمام نماز میں مقتدی کا حکم رکھتا ہے؛ اسی لیے فوت شدہ رکعات میں بھی قرأت نہ کرے گا اور مسبوق اپنی فوت شدہ رکعات میں منفرد کا حکم رکھتا ہے؛ اسی لیے ان رکعتوں میں اس کو قرأت کرنا چاہیے۔

کما فی الدر المختار فی حکم اللاحق وحکمه: أی اللاحق کمؤتم فلایأتی بقراء ته ولاسهو، إلخ، قال: وفی حکم المسبوق (هو) أی المسبوق منفرد حتٰی یثنی ویتعوذ و یقرأ، إلخ. (۲)

۱۰ صفر ۱۳۵۰ھ (امداد المفتین: ۲/۲۹۵)

(۱) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/۳۴۳-۳۴۶، انیس

(۲) الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة: ۲/۳۴۵-۳۴۶، انیس

مسبوق جو اخیر رکعت میں لاحق بن گیا، نماز کیسے پوری کرے:

سوال: شخصے مسبوق، در نماز چہارگانہ، خلف امام در رکعت اخیر، لاحق شدہ، بعد از سلام امام، بچہ طور باقی نماز، خواہد ساخت؟(۱)

الجواب

مذکور مسبوق، بقیہ نماز را بعد فراغ امام، بدیں طریق ادا کند کہ در رکعت اولیٰ از سہ رکعات باقیہ فاتحہ وسورۃ بخواند، و این رکعت را تمام کردہ قعدۂ اولیٰ بکند، بعدہ قیام کردہ، رکعت ثانیہ بفاتحہ وسورۃ تمام کردہ، رکعت اخیرہ سویمی را از قرأت سورہ خالی داشتہ صرف بفاتحہ اکتفا کردہ، آں رکعت را تمام کردہ، قعدہ بکند وسلام کند۔(۲)

قال في الدر المختار في حكم المسبوق: ويقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد، فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي بفاتحة، إلخ. (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳/۳۹۱)

امام کے ساتھ دوسرے سجدہ میں شرکت ہوتو پہلا سجدہ کرنا چاہیے، یا نہیں:

سوال: نماز با جماعت میں کوئی شخص امام کے ساتھ دوسرے سجدے میں شریک ہوا تو پہلا سجدہ اس کو کرنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب وباللّٰہ التوفیق

جب کوئی شخص نماز باجماعت میں رکوع میں امام کے ساتھ شریک نہ ہو تو وہ رکعت اس کو سلام کے بعد پوری کرنی چاہیے، سجدہ میں شریک ہونے سے رکعت پوری نہیں ہوئی، جب امام کے ساتھ دوسرے سجدہ میں شریک ہو تو پہلا سجدہ اس کو نہیں کرنا چاہیے، جس سجدہ میں شریک ہو، اس کو پورا کرنے کے بعد اٹھ جانا چاہیے۔(۴) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۹/۲/۱۳۷۱ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۳۲)

(۱) خلاصۂ سوال: ایک مسبوق شخص، چار رکعت والی نماز میں، امام کے پیچھے آخری رکعت میں لاحق ہو جائے تو امام کے سلام کے بعد، بقیہ نماز کیسے پوری کرے گا؟ انیس

(۲) خلاصۂ جواب: وہ مسبوق امام کے فارغ ہونے کے بعد بقیہ نماز اس طرح پوری کرے کہ باقی تین رکعات میں سے پہلی رکعت میں فاتحہ اور سورۃ پڑھے اور یہ رکعت مکمل کر کے قعدۂ اولیٰ کرے، اس کے بعد کھڑا ہو کر دوسری رکعت فاتحہ اور سورت کے ساتھ مکمل کرے اور آخری تیسری رکعت کو سورت کے بغیر صرف فاتحہ پر اکتفا کر کے اس رکعت کو مکمل کرے اور قعدہ کر کے سلام پھیرے۔ انیس

(۳) الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۸، ظفیر

(۴) (ولو اقتدى بإمام راكع فوقف حتىٰ رفع الإمام رأسه لم يدرك) المؤتم (الركعة) ...ومتىٰ لم يدرك الركوع معه تجب المتابعة في السجدتين وإن لم تحتسبا له". (الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار، باب إدراك الفريضة: ۲/۵۱۶-۵۱۷)

مسبوق سے رکعت سابقہ میں اگر کوئی فرض ترک ہو جائے تو وہ کیا کرے:

سوال: اگر مسبوق سے رکعت سابقہ میں فرض چھوٹ جائے تو تمام نماز از سرِ نو پڑھے، یا سجدہ سہو کرے؟

الجواب

اگر اس فرض کا اس نے اعادہ نہیں کیا تو نماز پھر سے پڑھے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۰/۳)

امام کی نماز باطل ہونے سے مسبوق کی نماز بھی باطل ہے:

سوال: امام نے ظہر کی نماز میں قعدہ اخیرہ بالکل نہیں کیا اور بھول کر پانچویں رکعت بھی پڑھ لی، اب وہ مسبوق جس کی ایک رکعت رہی ہوئی تھی، اس نے یہ جان کر کہ میرا قعدہ اخیرہ تو امام کی پانچویں رکعت میں ہے، امام کا اقتدا توڑ دیا، امام تو چھٹی رکعت کے واسطے کھڑا ہوا اور اس نے اپنی چار رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا، اب مسبوق کہتا ہے کہ میرے چار فرض ادا ہو گئے؛ کیوں کہ میں نے قعدہ اخیرہ ترک نہیں کیا اور امام نے قعدۂ اخیرہ ترک کر دیا، اس کی نماز نفل ہو گئی، کیا عند اللہ مسبوق کے فرض اس حالت میں ادا ہو گئے، یا مثل امام کے اس کی نماز بھی نفل ہو گئی اور اقتدا توڑنے کی وجہ سے نفل صحیح ہو گئے، یا نہیں؟ ایسی حالت میں مسبوق کو اقتدا توڑنا جائز تھا، یا نہیں؟

الجواب

جب کہ امام کی نماز بوجہ قعدۂ اخیرہ نہ ہونے کے، نہ ہوئی اور فرضیت اس کی باطل ہو گئی تو مسبوق کی نماز بھی باطل ہو گئی؛ یعنی فرضیت اس کی ادا نہ ہوئی، اس کو پھر نماز پڑھنی چاہیے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۰/۳-۳۸۱)

مسبوق کی نماز امام کی نماز کی صحت پر موقوف ہے:

سوال: ایک شخص فجر کی نماز میں التحیات میں شامل ہوا، بعد سلام امام کے، وہ نماز پڑھ کر فارغ ہو گیا اور کسی سبب سے امام کی نماز نہیں ہوئی تو مسبوق کی نماز ہوئی، یا نہ؟

(۱) ومن فرائضها التي لا تصح بدونها(الدر المختار)إذ لاشئ من الفروض ماتصح الصلوٰة بدونه بلا عذر .(ردالمحتار،باب صفة الصلوٰة: ۴۱۱/۱،ظفير)

(۲) من فرائضها التي لاتصح بدونها التحريمة،إلخ،ومنها القعود الأخير .(الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب شروط الصلوٰة: ۴۱۷/۱)

(وإذا ظهر حدث إمامه)وكذا كل مفسد في رأى مقتدً (بطلت فيلزم إعادتها)لتضمنها صلاة المؤتم صحةً وفساداً(كما يلزم الإمام إخبار القوم إذا أمهم وهومحدث أوجنب)أوفاقد شرط أوركن. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار،باب الإمامة: ۵۳۰/۱،ظفير)

الجواب

اس مسبوق کی بھی نماز اس صورت میں نہ ہوئی۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۹۱/۳)

جلد بازی میں تکبیر تحریمہ کہنا:

سوال: ماقولكم رحمكم اللّٰه تعالٰى فى إن رجلاً أدرك الإمام فى الركوع فكبرورفع يديه إلٰى شحمتى أذنيه وتابعه فيه إلا أنه لم يقبض بيده اليمنٰى يده اليسرى ولم يضعهما تحت السرة ولم يأت بشئى من الثناء ولم يكبرثانيًا عند الركوع مخافة أن تفوته الركعة الأولٰى.

(۱) ورجلاً آخر راٰى الإمام فى الركوع فكبر ورفع يديه إلا أن قوله اللّٰه كان فى قيامه وأكبروقع فى الركوع مخافة ما ذكر. فكل واحد منهم يكون شارعًا بالصلوٰة أم لا؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کہ ایک شخص جماعت میں شریک ہونے کے لیے آیا اور اس نے امام کو رکوع میں پایا، پس اس شخص نے تکبیر تحریمہ کہی، اپنے ہاتھ کانوں کی لو تک اٹھائے اور رکوع میں شریک ہوگیا؛ لیکن نہ تو اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھے، نہ ثنا پڑھی، نہ رکوع میں جانے کے لیے دوسری تکبیر کہی؛ کیوں کہ اس کو اس پہلی رکعت کے فوت ہو جانے کا اندیشہ تھا، آیا اس کی نماز صحیح ہوگئی، یا نہیں؟

(۲) ایک شخص نے امام کو رکوع میں دیکھ کر ہاتھ اٹھاتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی اور چوں کہ رکعت کے فوت ہونے کا اندیشہ تھا؛ اس لیے جلدی میں یہ ہوا کہ لفظ اللہ حالت قیام میں اور لفظ اکبر حالت رکوع میں واقع ہو تو اس کی نماز صحیح ہوئی، یا نہیں؟

---

(۱) إذا ظهر حدث إمامه) وكذا كل مفسد فى رأى مقتدٍ (بطلت فيلزم إعادتها) لتضمنها صلاة المؤتم صحةً وفساداً. (الدر المختار)

وأشار به إلٰى حديث "الإمام ضامن". إذ ليس المراد به الكفالة، بل التضمن بمعنى أن صلوٰة الإمام متضمنة لصلاة المقتدى، ولذا اشترط عدم مغايرتهما، فإذا صحت صلاة الإمام صحت صلوٰة المقتدى، إلا لمانع آخر، وإذا فسدت صلوٰته فسدت صلاة المقتدى؛ لأنه حتٰى فسد الشئ فسد ما ضمنه. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۳۵۳/۱، ظفير) (مطلب: المواضع التى تفسد صلاة الإمام دون المؤتم، انيس)

عن أبى هريرة قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن اللّٰهم أرشد الأئمة واغفر للمؤمنين. (سنن أبى داؤد، كتاب الصلاة، باب مايجب على المؤذن من تعاهد الوقت: ۸۰/۱، رقم الحديث: ۵۱۷، بيت الأفكار / سنن الترمذى، كتاب الصلاة، باب ما جاء أن الإمام ضامن والمؤذن مؤتمن: ۵٤/۱، رقم الحديث: ۲۰۷، بيت الأفكار / سنن ابن ماجة، كتاب إقامة الصلاة، باب مايجب على الإمام: ۱۳/۱، رقم الحديث: ۹۸۱، بيت الأفكار / مصنف عبد الرزاق، باب المؤذن أمين والإمام ضامن: ٤۷۷/۱، رقم الحديث: ۱۸۳۸ / مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند أبى هريرة رضى اللّٰه عنه / ۲۲۲/۱۳: رقم الحديث: ۷۸۱۸، مؤسسة الرسالة، انيس)

الجواب

الرجل الذی أتٰی بتکبیرة التحریمة فی حالة القیام لکنه لم یضع یدیه تحت السرة ولم یکبر ثانیاً للرکوع صحت صلاته ویکون شارعًا فی الصلاة.

وأما الذی قال اللّٰه فی القیام وأکبر فی حالة الانحناء فإن کان بحیث لاتنال یداه إلی الرکبة یصیر شارعًا فی الصلاة وتصح صلاته وإن کان بحیث تنال یداه إلی الرکبة لم تصح صلاته ولایکون شارعًا فی الصلاة.(ومنها القیام)بحیث لومد یدیه لاینال رکبتیه...فلوکبر قائمًا فرکع و لم یقف صح.(۱) فلووجد الإمام راکعًا فکبر منحنیا أن القیام أقرب صح ولغت فیه تکبیرة الرکوع.(۲)

قال فی الدر المختار:أدرک الإمام راکعًا فقال:اللّٰه قائماً وأکبر راکعًا لم یصح فی الأصح،إلخ.

(قوله قائمًا):أی حقیقة وهو الانتصاب أوحکمًا وهو الانحناء القلیل بأن لاتنال یداه رکبتیه.(۳)

جس شخص نے حالت قیام میں تکبیر تحریمہ کہہ لی؛لیکن ہاتھ نہیں باندھے اور دوسری تکبیر رکوع میں جاتے وقت نہیں کہی،اس کی نماز صحیح ہوجائے گی اور اس کو شارع فی الصلوٰۃ سمجھا جائے گا۔

(۲)　اور جس شخص نے تکبیر تحریمہ کے لفظ اللہ کو حالت قیام میں اور لفظ اکبر کو جھکنے کی حالت میں کہا تو اگر اس کے ہاتھ ابھی گھٹنوں تک نہیں پہنچے تھے تو اس کی نماز صحیح ہوگئی اور اس کو شارع فی الصلوٰۃ کہا جائے گا اور اگر لفظ اکبر کہتے وقت اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ چکے تھے تو اس کی نماز صحیح نہ ہوگی اور وہ شارع فی الصلوٰۃ نہ ہوگا۔

درمختار میں ہے کہ جو شخص امام کو رکوع میں پائے اور تکبیر تحریمہ اس طرح کہے کہ حالت قیام میں لفظ اللہ اور حالت رکوع میں لفظ اکبر کہے تو صحیح یہی ہے کہ اس کی نماز نہ ہوگی۔

اور قیام سے مراد یا تو حقیقی قیام ہے؛یعنی بالکل سیدھا کھڑا ہونا،یا حکمی قیام؛یعنی معمولی جھکاؤ کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچیں۔(ردالمحتار)(کفایت المفتی:۳؍۴۳۱-۴۳۲)

جن کا امام کے پیچھے رکوع چلا جائے،ان کی یہ رکعت فوت ہوگئی:

سوال:　امام نے قرأت میں سجدہ کی سورت پڑھی اور سجدۂ تلاوت کی جگہ امام نے رکوع کردیا اور مقتدی جو امام کے قریب تھے،وہ رکوع میں چلے گئے اور جو مقتدی امام سے دور تھے،جن کو یہ معلوم تھا کہ یہاں سجدۂ تلاوت ہے،وہ لوگ سجدہ میں چلے گئے،جب امام نے سمع اللہ لمن حمدہ کہا،تب ان کو پتہ چلا کہ امام رکوع میں تھا،ان میں سے کچھ لوگ

(۱)　الدر المختار،باب صفة الصلاة:۱/۴٤٤،ط:سعید

(۲-۳)　الدر المختار،باب صفة الصلاة:۱/٤۸۰،ط:سعید

کھڑے ہوکر رکوع میں گئے اور پھر امام کے ساتھ سجدے میں مل گئے اور کچھ لوگ سجدے میں سے بیٹھ کر پھر امام کے ساتھ سجدہ میں چلے گئے۔

اب دریافت طلب یہ ہے کہ جو لوگ امام کے رکوع کرنے کے بعد رکوع کر کے امام کے ساتھ سجدہ شامل ہو گئے، ان کی نماز ہوئی، یا نہیں؟ دوسرے جو لوگ رکوع میں نہیں گئے؛ بلکہ بیٹھ کر ہی امام کے ساتھ سجدہ میں شامل ہو گئے، ان کی بھی نماز ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

جو لوگ امام کے ساتھ رکوع میں شامل نہیں ہوئے، ان کی یہ رکعت جاتی رہی، پھر جب وہ رکوع کر کے امام کے ساتھ سجدہ میں مل گئے تو ان کی نماز صحیح ہوگئی اور جو لوگ بغیر رکوع ادا کئے ہوئے سجدہ میں ملے، ان کی ایک رکعت فوت ہوگئی، اگر وہ امام کے سلام کے بعد اپنی رکعت پوری کر لیتے تو نماز ہو جاتی ہے، جب انہوں نے سلام پھیر دیا تو نماز نہیں ہوئی۔(۱)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۳/۴۳۲)

مسبوق کا رکعت پوری کرنے سے پہلے سلام پھیر دینا:

سوال: مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو اس کی نماز ہوئی، یا نہ؟

(**المستفتی**: ۱۰۴۱، مولوی عبدالقدوس امام مسجد (دہلی) ۱۶/ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ۷/جولائی ۱۹۳۶ء)

الجواب

فوراً کھڑا ہو کر اپنی نماز پوری کرے اور اگر سلام امام کے بعد سلام پھیرا ہے تو سجدۂ سہو کرنا ہوگا۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳/۴۳۴-۴۳۵)

(۱)　(واللاحق من فاتته)الركعات(كلها أوبعضها)لكن (بعد اقتدائه)بعذر ... بأن سبق إمامه فى ركوع سجود فإنه يقضى ركعة ... يبدأبقضاء ما فاته عكس المسبوق، ثم يتابع إمامه إن أمكنه وإدراكه وإلا تابعه،ثم مانام فيه بلا قراءة(تنوير الأبصار و شرحه الدر المختار: ۱/۵۹۴،ط:سعيد)(كتاب الصلاة،باب الإمامة،انيس)

(۲)　(والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقًا ثم يقضى مافاته)،إلخ.(الدر المختار)

وفى الشامية:"فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء،فإن سلم:فإن كا عامدًا فسدت،وإلا لا ولاسجود عليه إن سلم سهوًا قبل الإمام أومعه،وإن سلم بعده لزمه لكونه منفردًا حينئذٍ،إلخ.(باب سجود السهو: ۲/۸۲،ط،سعيد)

(والمسبوق يسجد مع إمامه) تبعا له ولا يسلم (ثم يقضى) ما فاته. (مجمع الأنهر،باب سجود السهو: ۱/۱٤۹، دارإحياء التراث العربى بيروت،انيس)

اگر نماز کا کسی واجب یا سنت کے ترک پر اعادہ ہو تو مسبوق کا کیا حکم ہے:

سوال: اگر نماز کا کسی واجب، یا سنت کے ترک پر اعادہ کیا جائے تو مسبوق کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ اپنی گئی ہوئی رکعت کو پورا کر کے جماعت میں ملے، یا سلام پھیر کر فوراً مل جائے؟

(المستفتی: ۱۳۴۹، محمد یونس صاحب (متھرا) ۲۷/ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ ۱۰/ فروری ۱۹۳۷ء)

الجواب

سنت، یا واجب کے ترک پر اعادہ کیا جائے تو مسبوق اپنی نماز پوری کرلے اور اعادہ والی نماز میں اپنی نماز پوری کر کے شریک ہو۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴۳۵/۳)

مسبوق کا سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرنا:

سوال (۱) مسبوق سجدۂ سہو کے سلام میں اپنے امام کی متابعت کرے، یا نہیں؟

(۲) اگر متابعت نہ کرنی چاہیے تھی اور پھر (الف) اگر عمداً متابعت کرے تو کیا حکم ہے؟

(ب) اگر سہواً متابعت کرے تو اس مسبوق کو اپنی نماز کے ختم پر سجدۂ سہو کرنا پڑے گا، یا نہیں؟

(۳) جب امام نماز کے ختم پر نماز سے فارغ ہونے کا سلام پھیرے تو مسبوق بھی امام کے ساتھ سلام پھیرے، یا نہیں؟

(۴) اگر اس صورت میں مسبوق کو امام کیساتھ سلام پھیرنا نہ چاہئے تھا اور پھر اگر!

(الف) اس مسبوق نے امام کے ساتھ عمداً سلام پھیر دیا، حالاں کہ اس کو یاد تھا کہ مجھ کو ابھی اپنی باقی نماز ادا کرنی ہے تو اس مسبوق کی نماز فاسد ہوگی، یا نہیں؟

(ب) اپنی باقی نماز کی ادائیگی یاد نہیں تھی اور بھولے سے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوگی، یا نہیں؟ اگر فاسد نہ ہوگی اور نماز صحیح رہے گی تو کیا اس مسبوق کو اپنی نماز کے ختم پر سجدۂ سہو کرنا پڑے گا، یا نہیں؟ اگر سجدۂ سہو کرنا پڑے گا تو کس صورت میں اور اگر سجدۂ سہو نہ کرنا پڑے گا تو کس صورت میں؟

(المستفتی: ۱۳۵۱، حافظ محمد عثمان صاحب سوداگر گھڑی وچشمہ چاندنی چوک دہلی ۲۷/ ذی قعدہ ۱۳۵۵ھ ۱۰/ فروری ۱۹۳۷ء)

---

(۱) والمسبوق يقضي ما سبق به بعد فراغ الإمام. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، مطلب في أحكام المسبوق: ۵۹٦/۱، دارالفكر بيروت، انيس)

الجواب

مسبوق سجدۂ سہو ادا کرنے میں تو امام کی متابعت کرے ؛یعنی سجدۂ سہو امام کے ساتھ ادا کرے؛مگر سلام میں متابعت نہ کرے؛یعنی مسبوق بغیر سلام پھیرے امام کے ساتھ سجدہ میں چلا جائے۔

ثـم المسبوق إنما يتابع الإمام في السهو (أي في سجدة السهو بأن سجد هو)دون السلام بل ينتظر الإمام حتٰى يسلم فيسجد فيتابعه في سجود السهو لا في سلامه. (۱)

(۲) اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو!

(الف) اگر قصداً سلام پھیرا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگئی۔ **وإن سلم فإن كان عامدًا تفسد صلاته.** (۲)

(ب) اور اگر سہواً سلام پھیرا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ **وإن كـان سـاهيـا لاتفسد.** (۳) اور سجدۂ سہو بھی اپنی نماز کے آخر میں لازم نہ ہوگا۔ **ولاسهو عليه؛ لأنه مقتد، وسهو المقتدي باطل، انتهٰى.** (۴)

(۳) جب امام نماز ختم کرنے کا سلام پھیرے اس سلام میں بھی مسبوق امام کی متابعت نہ کرے، **ولايسـلـم إذا سـلـم الإمـام (أي لـلـخروج عن الصلٰوة)؛ لأن هٰذا السلام للخروج عن الصلاة وقد بقي عليه أركان الصلاة.** (۵)

(۴) اگر اس آخری سلام میں مسبوق نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا تو:

(الف) اگر قصداً یہ بات یاد رکھتے ہوئے کہ میری نماز باقی ہے، سلام پھیرا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، **فإذا سلم مع الإمام فإن كان ذاكرًا لما عليه من القضاء فسدت صلاته؛ لأنه سلام عمد.** (۶)

(ب) اور اگر یہ بات یاد نہ تھی اور سہواً سلام پھیر دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی، **وإن لـم يـكـن ذاكرًا له لاتفسد؛ لأنه سلام سهو فلم يخرجه عن الصلاة.** (۷)

اور یہ سلام جو سہوا پھیرا گیا مفسد نماز تو نہیں؛ لیکن یہ سلام امام کے سلام سے کچھ پہلے، یا بالکل ساتھ ساتھ واقع ہوا، جب تو مسبوق پر اپنی نماز کے آخر میں اس کی وجہ سے بھی سجدۂ سہو لازم نہیں ہوگا اور اگر امام کے سلام کے بعد اس نے سلام پھیرا تھا تو اپنی نماز کے آخر میں اس پر اس سہو کی وجہ سے سجدۂ سہو لازم ہوگا۔

وهـل يـلزمه سجود السهو لأجل سلامه، ينظر إن سلم قبل تسليم الإمام أو سلما معاً لايلزمه؛ لأن سهـوه سهـو الـمقتـدي وسهـو الـمقتدي متعطل وإن سلم بعد تسليم الإمام لزمه؛ لأن سهوه سهو المنفرد فيقضي مافاته ثم يسجد للسهو في آخر صلاته، انتهٰى. (هٰذا كله في البدائع: ۱/۱۷۶)(۸)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۴۳۵-۴۳۷)

(۱-۸) فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو: ۱/۱۷۶، ط، سعيد) (بدائع الصنائع، انيس)

تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں جانا:

سوال: اگر کوئی امام کو رکوع میں پائے اور تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے رکوع میں چلا جائے اور تکبیر تحریمہ بحالت رکوع (نہ بحالت قیام) ختم کریں تو یہ شخص نماز میں شامل ہو گیا یا نہیں اور اس کی نماز ہوئی، یا نہیں؟

(المستفتی: ۲۰۳۹، ولی محمد صاحب کاٹھیاواڑ، ۱۲/ رمضان ۱۳۵۶ھ م ۱۷/ نومبر ۱۹۳۷ء)

الجواب

اگر تکبیر تحریمہ بحالت قیام ختم نہ ہو تو اس کا نماز میں شمول صحیح نہیں ہوا۔

فلو أدرک الإمام راکعًا فکبر منحنیًا لم تصح تحریمته. (ردالمحتار)(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/ ۴۳۷)

مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہنے کے بعد امام کا سلام پھیر دینا:

سوال: ایک مسبوق نے امام کو نماز میں ایسی حالت میں پایا کہ امام قعدۂ اخیرہ میں بیٹھا تھا، مسبوق نے اللہ اکبر تکبیر تحریمہ کہا اور امام نے سلام پھیر دیا، مسبوق قعدہ میں امام کے ساتھ بیٹھنے نہیں پایا تو مسبوق اسی تکبیر تحریمہ پر اپنی نماز پوری کرے، یا سیدھا کھڑا ہو کر پھر تکبیر تحریمہ کہے؟

(المستفتی: ۲۷۶۸، مولوی شاہ ولی خاں، ۲۳/ جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ م ۲۷/ جون ۱۹۴۳ء)

الجواب

جب مسبوق مقتدی نے امام کے سلام سے پہلے امام کے نماز میں شریک ہونے کی نیت سے تکبیر تحریمہ ادا کر لی تو وہ امام کی نماز میں داخل ہو گیا، صحت اقتدا کے لئے تحریمہ بہ نیت اقتدا کہنا کافی ہے، اقتدا کی صحت صرف نیت اقتدا کے ساتھ تکبیر تحریمہ کہنے سے ہو جاتی ہے۔

نیة المؤتم الاقتداء. (الدر المختار) **أی الاقتداء بالإمام، أو الاقتداء به فی صلاته أو الشروع فیها أو الدخول فیها، إلٰی قوله: وشرط النیة أن تکون مقارنة للتحریمة.** (ردالمحتار)(۲)

وفی باب إدراک الفریضة: فإذا کبر قائمًا ینوی الشروع فی صلاة الإمام تنقطع الأولٰی فی ضمن شروعه فی صلاة الإمام. (۳)

(۱) الدر المختار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۸۰، ط، سعید) (نقلا بالمعنٰی) (بحث شروط التحریمة، انیس)

(۲) باب الإمامة: ۱/ ۵۵۰، ط: سعید (مطلب: شروط الإمامة الکبریٰ، انیس)

(۳) ردالمحتار: ۲/ ۵۲، ط: سعید (مطلب: قطع الصلاة یکون حراماً ومباحاً ومستحباً وواجباً، انیس)

پس اگر مقتدی کے بیٹھنے سے پہلے امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی اسی تحریمہ سے مسبوق کی طرح نماز ادا کرے۔
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی:۴۳۸/۳)

آخری رکعت کے قعدہ میں شامل ہونے سے جماعت کا ثواب:

سوال: آخری رکعت کے قعدہ میں جماعت میں شامل ہونے سے جماعت کا ثواب ملتا ہے کہ نہیں؟
(المستفتی: مولوی محمد رفیق دہلوی)

الجواب

ہاں جماعت کا ثواب ملنے کی امید ہے۔
وكذا لو أدرك التشهد يكون مدركًا لفضيلتها على قولهم، إلخ. (۱)
محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی:۱۳۸/۳)

جو امام کے سلام پھیرنے سے پہلے نیت باندھ چکا، وہ نماز میں شریک ہے:

مسئلہ: جو قبل سلام امام کے نیت باندھ چکا، شریک (جماعت) ہوگیا، اب اس کو قعدہ کرنا ضروری نہیں، نماز ویسے ہی تمام کرے۔
(مکتوبات بنام مولانا خلیل احمد، مکتوب نمبر:۱۸) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ:۱۶۶)

امام نے پہلے سلام کا صرف ''السلام'' کہا تھا کہ ایک شخص جماعت میں شریک ہوگیا:

سوال: اگر کوئی شخص جماعت میں امام کے ساتھ اس وقت شریک ہوا کہ امام نے پہلے سلام میں صرف ''السلام'' کہا تھا اور ''علیکم ورحمۃ اللہ'' نہیں کہا تھا تو اس کی اقتدا صحیح ہوگی، یا نہیں؟

الجواب

وتنقضي قدوة بالأول قبل "عليكم" على المشهور عندنا وعليه الشافعية خلافاً للتكملة. (الدر المختار)
أي بالسلام الأول، قال في التنجيس: الإمام إذا فرغ من صلاته، فلما قال: "السلام" جاء رجل اقتدى به قبل أن يقول: "عليكم" لايصير داخلاً في صلاته؛ لأن هذا سلام. (ردالمحتار) (۲)
أي فلايصح الاقتداء به بعدها لانقضاء حكم الصلاة. (ردالمحتار) (۳)

(۱) رد المحتار: وباب إدراك الفضيلة: ۵۶/۲. (مطلب في كراهية الخروج من المسجد بعد الأذان، انيس)
(۲) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب: لاينبغي أن يعدل عن الدراية إذا وافقتها رواية، انيس
(۳) ہمارا یعنی احناف کا مشہور قول اور شافعیہ کے نزدیک بھی پہلے سلام پر اقتدا ختم ہوجاتی ہو؛ یعنی پہلی بار السلام علیکم ورحمۃ اللہ میں ''علیکم'' ==

پس صورت مسئولہ میں جب مقتدی امام کے قعدۂ اخیرہ میں اس وقت شریک ہوا تھا اور ''علیکم'' نہیں کہا تھا تو تو اس کی اقتدا درست نہیں ہوئی، اس کو علاحدہ نماز پڑھنا چاہیے؛ اس لیے کہ لفظ ''السلام'' کہنے سے امام کی نماز ختم ہوگئی اور اس کے بعد اقتدا کرنا صحیح نہیں۔ (فتاویٰ فرنگی محل موسوم بہ فتاویٰ قادریہ، ص: ۱۵۷) ☆

امام کو جس حالت میں پائے، شریک ہوجائے:

سوال: زید ایسے وقت آیا کہ جماعت ظہر ہورہی تھی، زید وضو کر کے فارغ ہوا، امام سجدہ میں تھا تو کیا زید کو تکبیر تحریمہ کہہ کر سجدہ میں ہی ملنا واجب ہے، یا قیام کا انتظار کرے؟ بینوا وتو جروا۔

الجواب ــــــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

امام کے ساتھ شریک ہونا چاہئے، یہ صرف سجدہ ہی کی خصوصیت نہیں، بلکہ امام جس حالت میں بھی ہو اسی میں شامل ہوجائے، بلا وجہ تاخیر گناہ ہے۔

عن علی و معاذ بن جبل رضی اللّٰه تعالٰی عنهما قالا: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: إذا أتٰی أحد کم الصلاة والإمام علٰی حال فلیصنع کما یصنع الإمام. (رواه الترمذی)(۱)

== سے جو پہلے ''السلام'' ہو تکملہ میں اس کے خلاف لکھا ہے (درمختار) تجنیس میں ہے کہ امام جب اپنی نماز سے فارغ ہو تو جب اس نے ''السلام'' کہا اور قبل اس کے کہ ''علیکم'' کہے، ایک شخص آیا اور جماعت میں شریک ہوگیا تو اسے جماعت میں شریک نہیں قرار دیا جائے گا اس لئے کہ یہ سلام ہوگیا یعنی اس کے مقتدی ہونے کا حکم نہیں دیا جائے گا نماز کے ختم ہونے کی وجہ سے (شامی)

☆ **امام کے ساتھ نماز میں شریک ہونے کے لئے انتظار:**

مسئلہ: بعض لوگ امام کے ساتھ نماز میں شریک ہونے کے لئے کھڑے ہو کر انتظار کرتے ہیں، جب وہ قیام میں پہنچتا ہے یا قعدہ میں بیٹھتا ہے تب تکبیر تحریمہ کہہ کر شریک ہوتے ہیں، جب کہ حکم یہ ہے کہ امام کو جس حال میں پاؤ شریک ہو جاؤ۔

(ما فی ''إعلاء السنن'': عن عبد العزیز بن رافع، عن أناس من أهل المدینة، أن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم قال: ''من وجدنی قائمًا أو راکعاً أو ساجداً فلیکن معی علٰی الحال التی أنا علیها''. رواه سعید بن منصور فی سننه. (۳۲۵/٤، باب إدراک الرکعة بإدراک الرکوع مع الإمام، إلخ)

ما فی ''سنن أبی داؤد'': عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: ''إذا جئتم الٰی الصلاة، ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شیئاً ومن أدرک الرکعه فقد أدرک الصلاة''. (ص: ۱۲۹، کتاب الصلاة، باب الرجل یدرک الإمام ساجدًا کیف یصنع) (رقم الحدیث: ۸۹۳، انیس)

ما فی ''جامع الترمذی'': عن معاذ بن جبل رضی اللّٰه تعالٰی عنه قال: قال النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم: ''إذا أتٰی أحدکم الصلاة والإمام علٰی حال فلیصنع کما یصنع الإمام''. (٤٣٣/١، أبواب السفر، رقم الباب: ''٤١٣'' ما ذکر فی الرجل یدرک الإمام وهو ساجد کیف یصنع؟ رقم الحدیث: ٥٩١) (اہم مسائل: ۶۹/۱)

(۱) ٤٣٣/١، أبواب السفر، رقم الباب: ۴۱۳، ما ذکر فی الرجل یدرک الإمام وهو ساجد کیف یصنع؟ رقم الحدیث: ٥٩١

وعن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: إذا جئتم إلی الصلوٰة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوه شيئا. {الحديث} (رواه أبوداود) (۱)

وفی العلائية: ولو أدركه راكعًا أوساجدًا إن أكبر رأيه أنه يدركه أتی به أی بالثناء، وفی الشامية قوله: (أو ساجدًا) أی السجدة الأولٰی، كما فی المنية وأشار بالتقليد براكعًا أوساجدًا إلٰی أنه لو أدركه فی إحدٰی القعدتين فالأولٰی أن لايثنی لتحصيل فضيلة زيادة المشاركة فی القعود وكذا لو أدركه فی المسجدة الثانية وتمامه فی شرح المنية. (رد المحتار: ۱/ ۴۵۶) (۲) فقط والله تعالٰی أعلم

۲۶/ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ (احسن الفتاوی: ۳/ ۲۷۵)

امام کے قرأت کرنے کی حالت میں جو مقتدی ملے، اسے ثنا، نہ پڑھنی چاہیے:

سوال: جماعت میں امام کے قرأت شروع کرنے کے بعد، اگر کوئی شریک ہوا تو اس کو ثنا پڑھنا چاہیے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

اس کو ثنا نہ پڑھنی چاہیے۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/ ۳۷۹)

مسبوق ثنا کب پڑھے:

سوال: مسبوق ثنا اور تعوذ کس طرح پڑھے؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

مسبوق کو یہ حکم ہے کہ جس وقت اپنی رکعت باقی ماندہ پڑھنے کھڑا ہو، اس وقت ثنا وتعوذ پڑھے اور جس وقت امام کے ساتھ شریک ہوا، اس وقت اگر امام جہری قرأت کرتا ہو تو نہ پڑھے اور اگر سری قرأت ہے تو اس وقت بھی پڑھے۔ (۴)

(۱) عن أبی هريرة رضی الله تعالٰی عنه قال: "إذا جئتم الٰی الصلاة ونحن سجود فاسجدوا ولا تعدوها شيئاً ومن أدرك الركعة فقد أدرك الصلاة". (ص: ۱۲۹، كتاب الصلاة، باب الرجل يدرك الإمام ساجدًا كيف يصنع؟) (رقم الحديث: ۸۹۳، انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، مطلب فی بيان المتواتر بالشاذ، انيس

(۳) وقرأ سبحانك اللّٰهم، إلخ، (إلا إذا) شرع الإمام فی القراءة، سواء (كان مسبوقاً) أومدركاً وسواءٌ كان (إمامه يجهر بالقراءة) أو لا، فإنه (لايأتی به) لما فی النهر عن الصغرٰی: أدرك الإمام فی القيام يثنی مالم يبدأ بالقراءة. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة: ۱/ ۴۵۶، ظفير)

(۴) إنه إذا أدرك الإمام فی القراءة فی الركعة التی يجهر فيها لايأتی بالثناء (إلٰی قوله) فإذا قام إلٰی قضاء ماسبق يأتی بالثناء ويتعوذ للقراءة، إلخ، وفی صلاة المخافتة يأتی به، هٰكذا فی الخلاصة. (عالمگيری، كشوری: ۱/ ۹۰، ظفير) (الباب الخامس فی الإمامة، الفصل السابع فی المسبوق واللاحق، انيس)

پھر جب اپنی رکعت پوری کرنے کھڑا ہو، اس وقت دوبارہ پڑھے۔ (کذا فی الدر المختار و الشامی) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۹۲/۳)

جو دوسری رکعت میں ملے تو ثنا پڑھے، یا نہیں:

سوال: ایک رکعت امام پڑھا چکا تھا، جب مقتدی شریک جماعت ہوا تو مقتدی شریک جماعت ہوکر "سبحانک اللّٰھم" الخ، پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسبوق جب اپنی رکعت فوت شدہ، پڑھنے کو امام کی فراغت کے بعد کھڑا ہو، اس وقت "سبحانک اللّٰھم" إلخ، پڑھے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۹۲/۳)

سجدہ میں ملنے والا مسبوق ثنا کب پڑھے:

سوال: ایک شخص مغرب کی نماز میں، دوسری رکعت کے سجدہ میں شریک ہوا، کیا اسے تیسری رکعت میں ثنا پڑھنی چاہیے؟

الجواب

اس کو اسی وقت؛ یعنی بعد تکبیر تحریمہ ثنا پڑھ لینی چاہیے۔

ولو أدركه راكعاً أوساجداً إن أكبر رأيه أنه يدركه أتى به. (الدر المختار) (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۹۱/۳)

جو رکوع میں ملے، اس کے لیے ثنا نہیں:

سوال: جو شخص رکوع میں شریک ہوا، اس سے ثنا ساقط ہوگئی، یا نہیں؟

الجواب

ثنا اس سے ساقط ہوگئی۔ (۳) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۷۹/۳)

(۱) (والمسبوق من سبقه الإمام بها أوببعضها وهومنفرد) حتى يثني ويتعوذ، إلخ (إلى قوله) فيما يقضيه، إلخ، قوله: (حتى يثني، إلخ) تفريع على قوله: منفرد فيما يقضيه، بعد فراغ إمامه، فيأتي بالثناء والتعوذ؛ لأنه للقراءة، ويقرأ؛ لأنه يقضي أول صلاته في حق القراءة، كما يأتي. (ردالمحتار، باب الإمامة: ۵۵۷/۱، ظفير) (مطلب: فيما لوأتى بالركوع والسجود أوبهما مع الإمام أوقبله أوبعده، انيس)

(۲) الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة بعد الفصل: ۴۵٦/۱، ظفير

(۳) قرأ سبحانك اللّٰهم، إلخ، إلا إذا شرع الإمام في القراءة إلخ فلا يأتي به ولوأدركه راكعاً أوساجداً إن أكبر رأيه أنه يدركه أتى به. (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب صفة الصلوٰة: ۴۵٦/۱، ظفير)

مسبوق حالت نماز میں اپنی رکعتیں پوری کرلیں تو:

سوال: ایک مسبوق ظہر کی دوسری رکعت میں امام کی جماعت میں داخل ہوا، امام کے قعدہ میں بیٹھے وقت مسبوق اپنی فوت شدہ رکعت کو ادا کرکے باقی نماز امام کے ساتھ پوری کرتا ہے، مسبوق کی یہ حرکت خلاف ترتیب ہونا تو ظاہر ہے؛ مگر مفسد صلوٰۃ ہونا نہ ہونا معلوم نہ تھا؛ اس لیے کچھ نہ کہا گیا، سوال یہ ہے کہ مسبوق کی نماز ادا ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

حامدًا مصليًا، الجواب بالله التوفيق:

مسبوق نے جب کہ امام کی اقتدا کرلی تو امام کو کسی ایک رکن میں چھوڑ کر اپنی فوت شدہ نماز ادا نہیں کرسکتا، اس طرح تبعیت واقتدا فوت ہوجاتی ہے، لہٰذا مسبوق کی نماز فاسد ہوگئی۔(۱)

مسبوق کے لیے ضروری ہے کہ پہلے امام کے ساتھ شریک ہوکر جس قدر نماز باقی ہو امام کے ساتھ جماعت سے ادا کرے، بعد امام کی نماز ختم ہونے کے کھڑے ہوکر اپنی گئی ہوئی رکعتوں کو منفرد کی طرح قرأت کے ساتھ ادا کرے۔

فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم (مرغوب الفتاوی:۲/۲۵۲-۲۵۳)

---

(۱) ...والمسبوق يقضي ماسبق به بعد فراغ الإمام.(ردالمحتار: ۳٤٦/۲،مطلب:فيما لو أتى بالركوع أو السجود،إلخ)(كتاب الصلاة،باب الإمامة، انيس)

وقوله:(وكره تحريمًا)أى قيامه بعد قعود إمامه قدر التشهد لوجوب متابعته فى السلام.(ردالمحتار: ۳٤۹/۲،مطلب:فيما أتى بالركوع والسجود،إلخ) (كتاب الصلاة،باب الإمامة، انيس)

نوٹ:

قعدہ اخیرہ میں اگر مسبوق امام کو چھوڑ کر کھڑا ہو، یا امام کے ساتھ قاعدہ میں شریک ہوئے بغیر کھڑا ہو، یا امام کے بقدر تشہد بیٹھنے کی مقدار کے بعد کھڑا ہو، ہر صورت کا حکم الگ ہے:

۱۔ امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد مسبوق کو امام کے سلام سے پہلے کھڑا نہیں ہونا چاہیے، اگر کھڑا ہوگیا تو نماز صحیح ہوجائے گی؛ مگر مکروہ تحریمی ہوگی؛ کیوں کہ اس سے امام کے ساتھ سلام میں متابعت ترک ہوگئی، جو واجب تھی؛ لیکن عذر کی وجہ سے امام سے پہلے کھڑا ہوجانا چند صورتوں میں بلا کراہت جائز ہے؛ یعنی اگر مسبوق نے موزہ پر مسح کیا ہو اور اس کو امام کے سلام تک ٹھہرنے اور پھر اپنی باقی نماز پڑھنے میں اس کی مدت گذر جانے کا خوف ہو، یا معذور ہو اور اس کو وقت نکل جانے کا خوف ہو، یا فجر، یا جمعہ، یا عیدین میں وقت نکل جانے کا خوف ہو؛ یعنی فجر کی نماز میں سورج نکل آنے کا اور نماز جمعہ میں عصر کا وقت داخل ہوجانے کا اور عیدین کی نماز میں ظہر کا وقت داخل ہوجانے کا خوف ہو، یا حدث؛ یعنی بے وضو ہوجانے کا خوف ہو، یا کسی گذرنے والے کے اس کے سامنے سے گذرنے کا خوف ہو تو ان سب صورتوں میں مسبوق کو جائز ہے کہ امام کے فارغ ہونے، یا سجدہ سہو کا انتظار نہ کرے اور اپنی بقیہ نماز کے لیے کھڑا ہوجائے اور اس میں کوئی کراہت نہیں ہوگی۔

۲۔ اگر مسبوق امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے کھڑا ہوگیا تو امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے جو کچھ وہ اپنی بقیہ نماز میں سے قیام وقرأت وغیرہ ادا کرے گا اس کا شمار نہیں ہوگا، اس کے بعد کا البتہ شمار ہوگا، مثلاً: امام کے بقدر تشہد بیٹھنے سے پہلے یہ قرأت سے فارغ ہوگیا ==

امام قعدہ اخیرہ کے بعد اٹھ گیا، مسبوق نے اس کا اتباع کیا تو نماز فاسد ہوگئی:

سوال: آخری قعدہ کے بعد امام سہوا کھڑا ہوگیا، اس کے ساتھ مسبوق بھی کھڑا ہوگیا، لقمہ ملنے پر امام نے واپس آکر سجدہ سہو کر کے نماز پوری کرلی، مسبوق نے بھی امام کے ساتھ سجدہ سہو کیا اور امام کے سلام کے بعد اپنی باقی نماز پوری کرلی تو اس کی نماز ہوگئی، یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اس صورت میں کھڑے ہوتے ہی مسبوق کی نماز فاسد ہوگئی، اس پر لازم تھا کہ بیٹھا رہتا اور امام کے لوٹنے کا انتظار کرتا۔

قال في شرح التنوير قبيل باب الاستخلاف: ولو قام إمامه لخامسة فتابعه، إن بعد القعود تفسد وإلا لا، حتٰى يقيد الخامسة بسجدة.

وفي الشامية: قوله: (إن بعد القعود) أي قعود الإمام القعدة الأخيرة (قوله: تفسد) أي صلاة المسبوق؛ لأنه اقتداء في موضع الانفراد ولأن اقتداء المسبوق بغيره مفسد كمامر (قوله: وإلا) أي وإن لم يقعد وتابعه المسبوق لاتفسد صلاته؛ لأن ما قام إليه الإمام علٰى شرف الرفض ولعدم تمام الصلاة فإن قيدها بسجدة انقلبت صلاته نفلا، فإن ضم إليها سادسة ينبغي للمسبوق أن يتابعه ثم يقضي ماسبق به وتكون له نافلة كالإمام، ولاقضاء عليه لو أفسده؛ لأنه لم يشرع فيه قصدًا، رحمتي. (رد المحتار: ۵۶۰/۱)(۱) والله تعالىٰ أعلم

۹/شعبان ۱۳۹۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳۷۹/۳-۳۸۰)

== تو یہ قرأت کافی نہیں اور نماز نہ ہوگی؛ لیکن اگر امام کے تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد بھی اس قدر پڑھ لیا ہو، جس سے نماز ہوجاتی ہو تو اس کی نماز ہوجائے گی اور یہ حکم ایک رکعت یا دو رکعت کے مسبوق کا ہے اور اگر تین رکعت کا مسبوق ہو تو اگر اس کو امام کی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد بھی اس قدر پڑھ لیا ہو، جس سے نماز ہوجاتی ہو تو اس کی اس کو امام کی تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد صرف قیام مل گیا، اگر چہ اس نے کچھ نہ پڑھا ہو تو نماز جائز ہوجائے گی؛ اس لیے کہ وہ باقی دو رکعتوں میں قرأت کرلے گا اور قرأت فرض دو رکعتوں میں ہی ہے، خواہ کوئی سی ہوں (لیکن ترک واجب الاعادۃ ہوگی؛ کیوں کہ مسئلہ ہٰذا میں صرف ادائیگی فرضیت کا ذکر ہے۔) (مؤلف)

۳۔ اگر مسبوق امام کے بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد کھڑا ہوا اور امام کے سلام سے پیشتر اپنی بقیہ نماز سے فارغ ہوا، پھر سلام میں امام کی متعابعت کی تو بعض نے کہا کہ اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور بعض نے کہا کہ اس کی نماز صحیح ہوگی، اسی پر فتویٰ ہے (اور اگر اس نے امام کی متعابعت نہ کی اور پہلے سلام پھیر دیا تو اس کی نماز کا فساد بالکل ظاہر ہے۔) (مؤلف)

اور اگر قعدہ اور تشہد میں متابعت کرے گا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی؛ کیوں کہ امام سے الگ ہونے کے بعد امام کے فراغ سے پہلے اس کی متابعت ہوجائے گی اور یہ مفسد نماز ہے اور امام کے تشہد سے فراغ کے بعد اس کی سلام میں متابعت جیسا کہ پہلے بیان ہوا، مفسد نہیں ہوتی، جیسا کہ اس حالت میں عمدا حدث مفسد نہیں ہوتا۔ (عمدۃ الفقہ: ۲۲۲/۲)

(۱) مطلب: في أحكام المسبوق والمدرك واللاحق، انیس

اگر رکوع سے پہلے مل گیا، تو وہ مسبوق نہیں ہے:

سوال: اگر مسبوق رکعات قیام میں مل گیا؛ مگر فاتحہ نہیں پڑھی تو اس کی رکعات پوری ہوئی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

اس کی نماز ہوگئی اور وہ رکعت بھی ہوگئی۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/ ۳۸۹)

امام کو رکوع میں پانے والے کی رکعت کا حکم:

سوال: جماعت کے اندر کوئی شخص رکوع میں آکر ملا تو امام کے اٹھنے سے قبل کتنی مرتبہ تسبیح پڑھ لینے سے اس کی وہ رکعت پوری ہو جائے گی؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

امام کے ساتھ رکوع میں جب آدمی شریک ہو گیا تو اس کی رکعت پوری ہوگئی۔ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم
محمد عثمان غنی، ۲۸/ ۱۱/ ۱۳۶۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲/ ۲۲۸)

امام رکوع میں ہو، اور مسبوق صرف تکبیر تحریمہ کیساتھ رکوع میں شامل ہوا:

سوال: امام رکوع میں ہے کہ ایک شخص آیا، کیا وہ تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں چلا جاوے، یا تکبیر تحریمہ کہہ کر پھر رکوع کی تکبیر کہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــ

تکبیر تحریمہ کہہ کر، پھر دوسری تکبیر کہہ کر، رکوع میں جانا چاہیے، یہ طریقہ مسنون ہے؛ لیکن اگر صرف تکبیر تحریمہ ہی کہہ کر بلا تکبیر ثانی رکوع میں چلا گیا اور امام کے ساتھ شریک ہو گیا، تو وہ رکعت اس کو مل گئی اور نماز بھی صحیح ہوگئی۔ (۳) فقط
(فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳/ ۳۹۸)

---

(۱) وحاصله أن الاقتداء لايثبت في الابتداء علىٰ وجه يدرک به الركعة مع الإمام إلا بإدراک جزء من القيام أومما في حكمه وهو الركوع لوجود المشاركة في أكثرها فإذا تحقق منه ذلک لا يضره التخلف بعده. (ردالمحتار، باب إدراک الفريضة، تحت قوله: لأن المشاركة: ١/ ٦٧٥، ظفير) (مطلب: في كراهة الخروج من المسجد بعد الأذان، انيس)

(۲) ”عن ابن عمر أنه قال إذا أدركت الإمام راكعًا فركعت معه قبل أن يرفع رأسه فقد أدركت الركعة وأن رفع رأسه قبل أن تركع فقد فاتتک تلک الركعة“ (تبيين الحقائق، باب أدراک الفريضة: ١/ ١٨٥)

(۳) و سننها رفع اليدين للتحريمة) في الخلاصة: إن اعتاد تركه أثم، إلخ، ووضع يمينه علىٰ يساره، إلخ، وتكبيرة الركوع. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب صفة الصلاة، مطلب سنن الصلاة: ١/ ٤٤٣، ظفير)

امام رکوع میں ہو اور مقتدی تکبیر تحریمہ کہہ کر فوراً رکوع میں شرکت کرلے تو نماز ہوئی، یا نہیں:

سوال: امام رکوع میں ہو تو تحریمہ کہہ کر فورا مقتدی رکوع کرسکتا ہے، یا نہیں؟ اس کی نماز ایسا کرنے سے ہوگی، یا نہیں؟ ایک شخص مسجد میں ایسے وقت آیا کہ امام رکوع میں ہے، اس نے تکبیر تحریمہ کہہ کر فورا رکوع میں شرکت کرلی؛ یعنی تکبیر تحریمہ کہہ کر قیام کچھ نہیں کیا، فورا جھک گیا تو نماز صحیح ہوئی، یا نہیں؟

الجواب————————

اگر تکبیر تحریمہ بحالت قیام کہی ہے، یا بحالت انحناء کہی ہے، اگر وہ اقرب الی القیام تھا تو نماز درست ہے اور اگر بحالت انحناء کہی اور اقرب الی الرکوع تھا تو نماز درست نہیں ہوئی، غرض تکبیر تحریمہ کا بحالت قیام، یا بحالت اقرب الی القیام ہونا فرض ہے، تکبیر تحریمہ کے بعد مزید قیام فرض نہیں۔

قال في مراقي الفلاح: والثاني من شروط صحة التحريمة الإتيان بالتحريمة قائمًا، أو منحنيًا قليلاً قبل وجود انحنائحه بما هو أقرب للركوع، قال في البرهان: لو أدرك الإمام راكعًا فحنى ظهره ثم كبر إن كان إلى القيام أقرب صح الشروع ولو أراد به تكبير الركوع وتلغو نيته؛ لأن مدرك الإمام في الركوع لايحتاج إلى تكبيرمرتين خلافًا لبعضهم وإن كان إلى الركوع أقرب لايصح الشروع، اه. (ص:۱۲۷)(۱)

۳؍شعبان ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۱۳۲/۲)

رکوع میں ملے تو تحریمہ کے بعد ہاتھ باندھے یا بغیر ہاتھ باندھے ہوئے رکوع میں جائے:

سوال: امام رکوع، یا سجدہ میں ہے، ایک شخص آیا تو اس کو تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر رکوع، یا سجدے میں جانا چاہیے، یا بغیر ہاتھ باندھے؟

الجواب————————

تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھنا مسنون ہے، اگر ہاتھ نہ باندھے اور ویسے ہی رکوع، یا سجدہ میں چلا گیا تو نماز صحیح ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۹/۳)

---

(۱) شروط الصلاة وأركانها: ۸۳/۱، انیس

(۲) وسننها رفع اليدين للتحريمة، إلخ، ووضع يمينه علىٰ يساره تحت سرته وتكبيرة الركوع. (كنز الدقائق) لما روى أنه عليه الصلوٰة والسلام كان يكبر عند كل رفع وخفض. (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۲۰/۱، ظفير)

مقتدی کے نیت باندھتے ہی امام نے سر اٹھالیا، اس صورت میں بھی مقتدی شامل نماز ہوگا:

سوال: امام رکوع میں ہے، کہ مقتدی نے نیت باندھ کر ارادہ رکوع میں جانے کا کیا، کہ جو امام نے رکوع سے سر اٹھالیا تو مقتدی شامل نمازِ امام ہوگیا، یا دوسری نیت کرے؟

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

اس صورت میں شامل نماز کا ہوگیا، دوسری نیت کی کیا ضرورت ہے؟

(بدست خاص، سوال: ۱۶۲) (باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۶)

مقتدی ''اللہ اکبر'' کہہ کر سیدھا رکوع میں چلا جائے تو رکعت کا حکم:

(۱) فرضوں کی جماعت کھڑی ہے اور ایک آدمی بعد میں اس وقت شامل ہوتا ہے جب کہ امام رکوع میں چلا جاتا ہے۔ اور آنے والا اللہ اکبر کہہ کر سیدھا رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے؛ لیکن رکوع سے پہلے اللہ اکبر کے بعد ہاتھ باندھ کر قیام نہیں کرتا اور امام کے ساتھ نماز مکمل کر لیتا ہے تو کیا اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟

(۲) بعد میں آنے والا شخص اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر قیام کرتا ہے تو یہ قیام کتنی دیر کا ہونا چاہئے۔

(۳) بعد میں شامل ہونے والا شخص اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ کر معمولی سا قیام کر کے رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے۔ ابھی اس نے ایک دفعہ ہی ''سبحان ربی العظیم'' کہا کہ امام صاحب رکوع سے کھڑے ہو گئے تو کیا اس کو وہ رکعت مل گئی، یا نہیں؟

(۴) بعد میں آنے والا شخص تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ کر قیام کر کے رکوع میں گیا ہی تھا اور کوئی تسبیح وغیرہ بھی نہیں کہہ سکا اور امام صاحب رکوع سے اٹھ کھڑے ہو گئے تو کیا اس کو وہ رکعت مل گئی، یا نہیں؟

(المستفتی: محمد لطف اللہ خالد، شاہ جمال ٹاؤن، لاہور)

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــ

ان تمام صورتوں میں وہ رکعت مل گئی، اللہ اکبر کہنے کے بعد ہاتھ باندھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

''**أدرک الإمام فی الرکوع فکبر قائمًا ثم شرع فی الإنحطاط وشرع الإمام فی الرفع الأصح أن یعتدبها إذا وجدت المشارکة قبل أن یستقیم قائمًا وإن قل، کذا فی معراج الدرایة.** (الفتاویٰ الهندیة: ۶۲/۱) **فقط واللہ أعلم**

بندہ محمد اسحاق غفرلہ، جامعہ خیر المدارس ملتان، ۱۰/۲/۱۴۱۱ھ

الجواب صحیح: بندہ عبد الستار عفا اللہ عنہ، رئیس الافتاء (خیر الفتاویٰ: ۳۹۰/۲-۳۹۱)

مسبوق کا امام سے پہلے تشہد پڑھ لینا:

سوال: اگر مسبوق قعدہ اخیرہ میں امام سے پہلے تشہد سے فارغ ہوجائے تو کیا کرے؟

الجواب

مسبوق کے لئے مستحب ہے کہ التحیات اس قدر آہستہ پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے تک پوری ہو اور اگر سلام امام سے پہلے فارغ ہوگیا تو خاموش بیٹھا رہے اور بعض کا قول ہے کہ مکرر پڑھے اور بعض کے نزدیک درود اور دعا وغیرہ میں مشغول ہوجائے۔

حلبی شرح منیۃ میں بیان کرتے ہیں:

إذا فرغ (المسبوق) من التشهد قبل سلام الإمام يكرره من أوله وقيل: يكرر كلمة الشهادة وقيل: يسكت وقيل: يأتي بالصلاة والدعاء والصحيح أنه يترسل ليفرغ من التشهد عند سلام الإمام وكذا الصحيح أنه لا يأتي بالثناء في الصلاة الجهرية حتى يقوم إلى القضاء. (۱)

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو: ۲۳۶)

مسبوق امام کے قعدۂ اخیرہ میں تشہد و درود دونوں پڑھے، یا فقط تشہد پر اکتفا کرے:

سوال: مسبوق قعدۂ اخیرہ میں تشہد اور درود شریف دونوں پڑھے، یا فقط تشہد، یا ساکت رہے اور دعاء ماثورہ پڑھے، یا نہیں؟

الجواب

غالباً قعدۂ اخیرہ سے مراد وہ قعدہ ہے، جو امام کا قعدۂ اخیرہ ہے، سو اس میں مسبوق کو صرف تشہد پڑھنا چاہیے، خواہ تشہد کو آہستہ آہستہ ٹھہرا کر اس طرح پڑھے کہ سلام امام تک ممتد ہوجائے، یا تشہد کو مکرر پڑھتا رہے، اس پر درود و دعا کا اضافہ نہ کرے۔

۱۴ / رجب ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام: ۱۶۴/۲)

مسبوق کے درود پڑھنے سے متعلق چند سوالات:

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ!

(۱) مسبوق نے دو رکعت امام کے ساتھ پائیں اور امام کے ساتھ قعدۂ اخیرہ میں بیٹھا کہ یہ اس کا قعدہ اولیٰ

(۱) الحلبي الكبير، فصل في سجود السهو: ٤٦٩، طبع: عارف آفندی، انیس

ہے، اس میں بعد تشہد درودشریف پڑھے، یا نہیں؟ اگر پڑھے تو کیا مضائقہ ہے؟

(۲)　مسبوق نے صرف ایک رکعت پائی اور امام کے ساتھ قعدہ کیا تو اب تشہد کے بعد درودشریف پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

(۳)　مسبوق کے امام نے سجدہ سہو کیا اور پھر تشہد وغیرہ پڑھ رہا ہے تو مسبوق بھی بعد تشہد درودشریف پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

(۱)　**قال فی الدرالمختار: (ولایزید)...(علی التشهد فی القعدة الأولیٰ) إجماعاً، (ثم قال:) وأما المسبوق فیترسل لیفرغ عند سلام إمامه وقیل: یتم وقیل: یکرر کلمة الشهادة، آه.**

قال الشامی: أی یتمهل و هٰذا ما صححه فی الخانیة وشرح المنیة فی بحث المسبوق من باب السهو وباقی الأقوال مصحح أیضاً. قال فی البحر: وینبغی الإفتاء بمافی الخانیة کمالایخفی، ولعل وجهه کمافی النهر أنه یقضی آخر صلاته فی حق التشهد ویأتی فیه بالصلاة والدعاء وهٰذا لیس آخراً. قال ح: وهٰذا فی قعدة الإمام الأخیرة کما هو صریح قوله لیفرغ عند سلام إمامه، وأما فیما قبلها من القعدات، فحکمه السکوت کما لا یخفی، آه، ومثله فی الحلیة. (ردالمحتار: ۴۷۷/۱)(۱)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا ہے کہ نمبر: ۱، مسبوق کو امام کے قعدہ اخیرہ میں درودشریف نہ پڑھنا چاہیے؛ بلکہ تشہد کو اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام تک اس سے فارغ ہو اور اگر پہلے فارغ ہو جائے تو کلمہ شہادت کو مکرر پڑھتا رہے۔

(۲)　اس کا بھی وہی حکم ہے جو نمبر: ۱، میں گذر گیا۔

(۳)　اس کا بھی وہی حکم ہے جو گذرا، **لقول الشامی وأما فیما قبلهامن القعدات، إلخ.** واللہ تعالیٰ اعلم

۱۰؍ربیع الاول ۱۳۶۲ھ (اضافہ) (امدادالمفتین: ۲۹۵/۲-۲۹۶)

مسبوق کے شاملِ جماعت ہوتے ہی امام سلام پھیر دے تو وہ تشہد پڑھے، یا نہیں:

سوال:　مسبوق کے اقتدا کر کے بیٹھتے ہی امام نے سلام پھیر دیا، اب وہ مسبوق تشہد پڑھ کے کھڑا ہوگا، یا کیا کرے گا؟

(۱)　کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فروع قرأ بالفاسیة أو التوراة: ۵۱۱/۱، دارالفکر بیروت، انیس

الجواب

مسبوق کے شامل ہوتے ہی اگر امام سلام پھیر دے، تب بھی مسبوق کو تشہد پوری کر کے کھڑا ہونا چاہیے۔

كـمـا فى الدر المختار: (بخلاف سلامه) أو قيامه الثالثة (قبل إتمام المؤتم التشهد) فإنه لايتابعه بل يتمه لوجوبه ولو لم يتم جاز.

وقـال الشـامـي: أى ولـو خـاف أن تـفـوتـه الركعة الثالثة مع الإمام، كماصرح به فى الظهيرية وشـمـل بـاطـلاقـه مـا لـو اقتـدىٰ بـه فى أثناء التشهد الأوّل أو الأخير فحين قعد قام إمامه أو سلّم ومـقـتـضـاه أنـه يتـم التشهـد ثـم يقوم ولم أره صريحًا، ثم رأيته فى الذ خيرة ناقلاً عن أبى الليث: المختار عندى أنه يتم التشهد وإن لم يفعل أجزأه آه ولله الحمد (وقوله: جاز) أى صح مع كراهة التحريم كما أفاده ح ونازعه، ط والرحمتى، إلخ. (ص: ۵۱۷)(۱)

قلت: وكذا قوله أجزأه يحمل على الأجزاء مع الكراهة كما لايخفى والله أعلم

الجواب صحیح: ظفر احمد عفی عنہ، ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۴۵ھ، کتبہ الاحقر عبدالکریم، ۲۷/ جمادی الاولیٰ ۴۵ھ (امداد الاحکام: ۳/ ۱۶۵-۱۶۶)

امام کی اتباع میں جب امام مقتدی کے تشہد پوری کرنے سے قبل کھڑا ہو جائے، یا سلام پھیر دے:

سوال: اگر مسبوق قعدۂ اولیٰ میں شریک جماعت ہو اور جیسے وہ شریک ہو، ویسے ہی امام تیسری رکعت کے لیے اٹھ بیٹھے تو مسبوق کو بھی امام کی متابعت کرنا چاہیے، یا نہیں؟ اور اگر مسبوق نے التحیات شروع کر دی تھی تو التحیات کو ختم کر کے اٹھے، یا فوراً امام کے ساتھ اٹھ بیٹھے؟

الجواب

تشہد ختم کر کے اٹھے۔

فـى الـدر المختار، فصل صفة الصلاة: (بخلاف سلامه) أو قيامه لثالثة (قبل إتمام المؤتم التشهد) فإنه لايتابعه بل يتمه لوجوبه.

فـى ردالـمـحـتـار: وشـمـل باطلاقه مالو اقتد به فى أثناء التشهد الأول أو الأخير فحين قعد قام إمامه أو سلم إلىٰ قوله ثم رأيته فى الذخيرة ناقلاً عن أبى الليث، إلخ. (۵۱۶/۱-۵۷۷)(۲)

۶/ رجب ۱۳۳۲ھ (تتمہ ثانیہ، صفحہ: ۱۵۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/ ۴۰۲)

(۱-۲) ردالمحتار، كتاب الصلاة، فروع: قرأ بالفارسية أو التوراة أو الإنجيل: ٤٩٦/١، دار الفكر بيروت، انيس

بـخـلاف مـا لـو سـلـم قبل تمام تشهده حيث لا يتابعه لوجوبه كذا قالوا ومقتضاه أنه لو سلم وهو فى أدعية التشهد يتابعه والناس عنه غافلون. (النهر الفائق، كتاب الصلاة، فرع: ٢١٤/١، دار الكتب العلمية بيروت، انيس)

مسبوق امام کے قعدۂ اخیرہ میں صرف التحیات پڑھے:

سوال: مسبوق اگر امام کے ساتھ نمازِ عصر، یا مغرب کی دوسری رکعت میں ملے تو امام کے پیچھے قعدۂ اولیٰ میں صرف التحیات اور قعدۂ اخریٰ میں التحیات اور درود اور دعائے ماثورہ پڑھے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

نہ پڑھنا چاہئے؛ بلکہ التحیات کو اس طرح ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ امام کے سلام پھیرنے تک ختم ہوجائے اور اگر پہلے ہی ختم ہوجائے تو اسے اختیار ہے، چاہے چپ بیٹھا رہے اور چاہے کلمۂ تشہد پڑھے اور چاہے التحیات کو دوبارہ پڑھ لے۔(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۸۲/۳)

مسبوق امام کے ساتھ صرف التحیات پڑھے:

سوال: اگر مسبوق مغرب کی تیسری رکعت میں امام کے ساتھ ملے تو قعدۂ اخریٰ میں پیچھے امام کے التحیات اور درود ودعا پڑھے، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

التحیات پڑھنی چاہیے، نہ کہ درود ودعا۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۸۳/۳)

مغرب کی دو رکعت امام کیساتھ ملی، وہ قعدہ میں صرف التحیات پڑھے گا یا درود وغیرہ بھی:

سوال: مغرب میں امام کے ساتھ دو رکعت پائی تو پچھلے تشہد میں سب کچھ پڑھنا ہوگا، یا کیا؟ حالاں کہ ہم کو ایک رکعت تنہا پڑھنا ہے اور اس میں درود وغیرہ سب کچھ پڑھنا ہوگا؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

امام کے ساتھ جو تشہد پڑھے، صرف التحیات پڑھ کر خاموش بیٹھا رہے، پھر جب ایک رکعت باقی ماندہ ادا کرے، اس وقت سب کچھ پڑھے۔(۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۹۲/۳-۳۹۳)

مسبوق قعدہ میں امام کے ساتھ کیا پڑھے اور امام کے ساتھ سجدہ سہو کرے، یا نہیں:

سوال: مسبوق کو امام کے ساتھ قعدہ میں کیا پڑھنا چاہیے اور اگر امام سجدۂ سہو کرے تو کیا مسبوق بھی کرے؟

(۳،۲،۱) ومن جملتها أنه قيل إنه إذا فرغ (المسبوق) من التشهد قبل سلام الإمام يكرره من أوله وقيل: يكرر كلمة الشهادة وقيل: يسكت وقيل: يأتي بالصلوٰة والدعاء والصحيح أنه يترسل ليفرغ من التشهد عند سلام الإمام.(غنية المستملی،ص: ٤٤١،ظفير)

الجواب

امام جب قعدۂ اولیٰ میں بیٹھے تو یہ بھی بیٹھے اور التحیات پڑھے، امام اگر سجدۂ سہو کرے، یہ بھی ساتھ ہی میں سجدہ کرے، مگر سلام نہ پھیرے۔ (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۴۰۰/۳)

متعدد مرتبہ التحیات پڑھنا:

سوال: ایک شخص مغرب کی نماز ادا کرنے جماعت میں اس وقت شامل ہوا جب کہ امام دوسری رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھ رہا تھا، اب مقتدی جو جماعت میں شامل ہوا ہے، اس کو امام کی اتباع کرنی لازم ہے تو دو مرتبہ جماعت کے ساتھ امام کے پیچھے اس نے التحیات پڑھ لی اور پھر اپنی نماز پوری کرنے کو دو مرتبہ اس کو التحیات پھر پڑھنی لازم ہے، یا جماعت میں جب مقتدی شامل ہوگا تو اس کو خاموش بیٹھنا ہوگا؟

(المستفتی: ۲۴۸، محمد صالحین صدر بازار دہلی ۴/ذی الحجہ ۱۳۵۲ء، ۲۰/مارچ ۱۹۳۴ء)

الجواب

ہاں جب کہ نماز مغرب کی دوسری رکعت کے قعدہ میں امام کے ساتھ شریک ہو تو اس کو چار مرتبہ التحیات پڑھنی ہوتی ہے اور اس میں کوئی اعتراض کی بات نہیں ہے، چاروں مرتبہ التحیات پڑھنی چاہیے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۴۳۳/۳)

پچھلی دو رکعتوں میں امام کی اقتدا کرنا:

سوال: اگر ایک شخص جماعت میں پچھلی دو رکعتوں میں شامل ہوتا ہے تو اس کی یہ رکعتیں بھری ہوں گی، یا خالی؟

(المستفتی: ۲۴۹، شہباز خاں (ضلع کرنال) ۴/ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ ۲۰/مارچ ۱۹۳۴ء)

الجواب

پچھلی دو رکعتیں جو امام کے ساتھ پڑھی ہیں یہ خالی ہوئیں جب اپنی دو رکعتیں پوری کرنے لگے تو ان کو بھری پڑھے۔ (۳)

محمد کفایت اللہ (کفایت المفتی: ۴۳۳/۳)

---

(۱) (والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً) سواء كان السهو قبل الاقتداء أو بعده (ثم يقضي مافاته. (الدر المختار) قيد بالسجود؛ لأنه لايتابعه في السلام بل يسجد معه ويتشهد. (ردالمحتار، باب السجود: ٦٩٥/١-٦٩٦)

(۲) ومنها أنه يقضي أول صلاته في حق القراءة وآخرها في حق التشهد حتىٰ لو أدرك ركعة من المغرب قضىٰ ركعتين وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات، إلخ. (الفتاوىٰ الهندية، باب الجماعة فصل في المسبوق واللاحق: ٩١/١، ط، ماجدية)

(۳) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها، وهو منفرد حتىٰ يثني ويتعوذ ويقرأ ==

مسبوق اپنی نماز پوری کرنے کے لیے کب اٹھے:

سوال: بکر بعد میں جماعت میں شریک ہوا، ایک رکعت امام پڑھ چکا تھا، امام جب پہلا سلام پھیرے، تب رکعت پوری کرنے کے لیے اٹھے، یا جب دوسرا سلام پھیرے، اس وقت کھڑا ہو؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب

دوسرا سلام امام شروع کردے تو کھڑا ہو؛ کیوں کہ پہلے سلام کے بعد ممکن ہے کہ امام سجدۂ سہو کرے تو کھڑے ہونے والے کو سجدۂ سہو کے لئے واپس آنا ہوگا۔ (۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۴۳۷)

مغرب میں ایک رکعت ملی تو دو رکعت کیسے ادا کرے:

سوال: مغرب کی آخری رکعت امام کے ساتھ ادا کی بقیہ دو رکعتوں کو بھرا پڑھنا چاہیے، یا خالی؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلی)

الجواب

مغرب کی ایک رکعت امام کے ساتھ پانے والا بقیہ دو رکعتیں بھری پڑھے۔ (۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۳/۴۳۷)

اخیر کی دو رکعتیں ملیں تو بقیہ دو رکعت کس طرح ادا کرے:

(الجمعیۃ مورخہ یکم جون ۱۹۳۴ء)

سوال: ایک شخص نماز باجماعت میں آخری دو رکعت میں شریک ہوا، اب باقی دو رکعتیں سورت ملا کر پڑھے، یا بغیر سورت کے؟

== وإن قرأ مع الإمام لعدم الاعتداد بها لكراهتها ... فيما يقضيه ... ويقضى أول صلاته فى حق قراءة وآخرها فى حق التشهد،إلخ.(تنوير الأبصار وشرحه الدر المختار،باب الإمامة : ۱/۵۹۶،ط،سعيد)

(۱) وينبغي أن يصبر المسبوق حتٰى يفهم أنه لاسهوعلى الإمام.(الدر المختار)أى لايقوم بعد تسليمة أوتسليمتين، بل ينتظر فراغ الإمام بعدهما...قال فى الحلية:وليس هٰذا يلازم،بل المقصود مايفهم أن لاسهوعلى الإمام أويوجد له ما يقطع حرمة الصلاة،إلخ. (رد المحتار،باب الإمامة: ۱/۵۹۷،ط،سعيد)(مطلب فى أحكام المسبوق والمدرك اللاحق،انيس)

(۲) لو أدرك ركعة من المغرب قضى ركعتين وفصل بقعدة ،فيكون بثلاث قعدات وقرأ فى كل فاتحة وسورة، إلخ(الفتاوىٰ الهندية،الفصل السابع فى المسبوق واللاحق: ۱/۹۱ ،ط،سعيد)

الجواب

جس شخص کو جماعت میں آخری دو رکعتیں ملیں اور امام کے سلام کے بعد وہ اپنی دو رکعتیں پوری کرنے کھڑا ہوا تو اس کو ان رکعتوں میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھنا چاہیے۔(۱)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴۳۸/۳-۴۳۹)

تین رکعت چھوٹ گئی، ایک رکعت ملی تو کونسی رکعت میں قرأت کرے:

(الجمعیۃ مورخہ ۲۸/جولائی ۱۹۳۷ء)

سوال: جماعت میں آخری ایک رکعت ملی، اب پچھلی تین رکعت میں سے کونسی رکعت میں قرأت پڑھے؟

الجواب

چار رکعت والی نماز کی جماعت میں آخری رکعت ملی تو امام کے ساتھ سلام کے بعد تین رکعتوں میں سے پہلی دو رکعتوں میں (جن کے درمیان قعدہ بھی کرے گا) قرأت کرے۔(۲)

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ (کفایت المفتی: ۴۳۹/۳)

چار رکعت والی میں ایک رکعت پانے والا بقیہ رکعتوں میں قرأت کہاں کرے:

سوال: مقتدی نے رباعی نماز میں جماعت کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، بعد سلام امام کے، جو تین رکعت پڑھے گا، ان میں قرأت کون سی رکعت میں پڑھے؟

الجواب

درمختار، احکام المسبوق میں ہے:

ويقضی أول صلاته فی حق قراء ة وآخرها فی حق تشهد، إلخ.(۳)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مسبوق صورت مسئولہ میں بعد سلام امام کے، اول کی دو رکعت میں قرأت پڑھے گا اور آخر کی ایک رکعت میں صرف الحمد پڑھے۔(۴) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۶/۳)

(۱) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها، وهو منفرد حتی يثنی ويتعوذ ويقرأ... فيما يقضيه... أول صلاته فی حق قراء ة وآخرها فی حق تشهد، إلخ. (تنوير الأبصار وشرحه الدر المختار، باب الإمامة: ۵۹۶/۱، ط. سعيد)

(۲) يقضی أول صلاته فی حق القراء ة وآخرها فی حق التشهد حتی لو أدرک ركعة من المغرب قضی ركعتين وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات، إلخ. (الفتاوی الهندية، باب الجماعة فصل فی المسبوق واللاحق: ۹۱/۱، ط، ماجدية)

(۳) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحكام المسبوق والمدرک واللاحق: ۵۵۸/۱، ظفير

(۴) وفی رد المحتار عن المستصفی: لو أدركه فی ركعة الرباعی يقضی ركعتين بفاتحة وسورة ==

مقتدی کو امام کے ساتھ ایک دو یا تین رکعت ملنا:

سوال: نماز جماعت ہورہی ہے اگر کوئی آدمی بعد کو آیا اور اس کو تین رکعت ملی یاد و ملیں یاد و نہیں ملیں، یا چار میں ایک رکعت ملی تو بقایا رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھے، یا نہ پڑھے؟

(المستفتی: ۹۷۷، محمد رفیع سوداگر چرم (ضلع میدنی پور) یکم ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ ۲۵ رفروری ۱۹۳۶ء)

الجواب

ہاں مسبوق اپنی نماز کی رکعتوں میں سورۂ فاتحہ پڑھے اور اس کی ترتیب وہ ہے، جو اپنی اکیلی نماز کی ہے۔(۱)

(کفایت المفتی: ۳/ ۴۳۴)

قرأت میں مسبوق کے لیے امام کی ترتیب لازم ہے، یا نہیں:

سوال: مسبوق کے ذمہ ترتیب امام لازم ہے، یا نہیں؟ مثلاً امام نے کوئی سورت پڑھی تو مسبوق اس سے قبل کی سورت بلا کراہت پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسبوق کے ذمہ ترتیب امام لازم نہیں ہے کہ وہ نماز میں منفرد کے حکم میں ہے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲/ ۲۶۷)

مسبوق مقتدی کونسی سورت پڑھے، جبکہ امام نے سورۂ ناس پڑھی ہو:

سوال: ایک شخص مغرب کی نماز میں دوسری رکعت میں آکر شامل ہوا اور امام نے دوسری رکعت میں ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ پڑھی تو اب اس مقتدی کو بعد جماعت پوری ہونے کے کون سی سورت پڑھنی چاہیے؟

الجواب

اس صورت میں اس مقتدی کو اختیار ہے کہ جونسی چاہے پڑھے، تمام قرآن شریف میں سے اختیار ہے۔(۳) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/ ۳۷۷)

== ثم يتشهد ثم يأتي بالثالثة بفاتحة خاصةً عند أبي حنيفة وقالا: ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين أولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصةً. (الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرك واللاحق: ۱/ ۵۵۸، ظفير)

(۱) ويقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق التشهد، إلخ. (تنوير الأبصار وشرحه الدر المختار، باب الإمامة: ۱/ ۵۹۶، ط: سعيد)

(۲-۳) و المسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد فيما يقضيه، إلخ. ==

دوسری رکعت میں شامل ہوا تو پہلی رکعت کس طرح ادا کرے، قرأت کرے، یا نہیں:

سوال (۱) دوسری رکعت میں امام کے ساتھ مقتدی جماعت میں شامل ہوا، ایک رکعت جو مقتدی امام کے سلام کے بعد پڑھے گا، اس میں کچھ پڑھے گا، یا نہیں؟

تیسری رکعت میں شریک ہوا تو بقیہ رکعت میں وہ قرأت کرے گا، یا نہیں:

(۲) مقتدی تیسری رکعت میں شامل ہوا، امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھی، امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی کھڑا ہو کر کچھ پڑھے گا، یا نہیں؟ اور تیسری چوتھی میں بھی کچھ پڑھے گا، یا نہیں؟

الجواب

(۱) اس میں الحمد اور سورت پڑھے گا۔

(۲) تیسری رکعت میں اگر مقتدی امام کے ساتھ شامل ہو گیا تو اس کی دو رکعتیں فوت ہوئیں، امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو کر دونوں رکعتیں الحمد اور سورت کے ساتھ پڑھے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۹۷-۳۹۸)

جہری نماز میں مسبوق قرأت جہری کرے، یا سرّی:

سوال: جس نماز میں قرأت جہراً ہے، اس میں اگر کوئی ایک، یا دو رکعت ہونے کے بعد شریک ہوا تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد فوت شدہ رکعت میں قرأت جہراً پڑھنا چاہیے، یا نہ؟

الجواب

قرأت بالجہر پڑھنا اس کو جہریہ میں افضل ہے اور آہستہ پڑھنا بھی درست ہے اور اگر جہر کرے تو ادنیٰ جہر پر اکتفا کرے؛ اس لیے کہ وہ منفرد ہے، قضاء ماسبق میں اور منفرد کو جہر و سر میں اختیار رہتا ہے۔

ویخیر المنفرد فی الجهر وهو أفضل ویکتفی بأدناه إن أدی، إلخ. (الدر المختار)(۲) فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۸۳-۳۸۴)

== ویقضی أول صلاته فی حق قراءة وآخرها فی حق تشهد. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۷، ظفیر) (مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک اللاحق، انیس)

اس لیے کہ باب قرأت میں چھٹی ہوئی نمازیں ابتدا کے حکم میں ہیں۔ (ظفیر)

(۱) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد حتی یثنی ویتعوذ ویقرأ، إلخ، فیما یقضیه، إلخ، ویقضی أول صلاته فی حق قراءة وآخرها فی حق تشهد. (الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق: ۱/۵۵۷، ظفیر)

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب صفة الصلوٰة، فصل فی القراءة: ۱/۴۹۸، ظفیر

فجر میں مسبوق، بقیہ رکعت قراءت جہری سے پوری کرے تو یہ درست ہے:

سوال: فجر کے وقت مسجد میں ایسے وقت پہنچا کہ فرض کی ایک رکعت جماعت مجھے ملی، جب امام نے سلام پھیرا، تو میں نے اپنی باقی ماندہ رکعت کھڑے قرأت جہریہ سے پوری کی، اس میں کچھ حرج تو نہیں ہے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۸۸/۳-۳۸۹)

امام کے ساتھ صرف ایک رکعت پانے والا قعدہ کب کرے گا:

سوال: کوئی مقتدی نمازِ ظہر، یا عصر کی نماز میں، اس وقت شریک ہوا، جب کہ ایک رکعت باقی ہو تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد، وہ مقتدی ایک رکعت کے بعد قعدہ کرے، یا دو رکعت کے بعد؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ

ایک رکعت کے بعد قعدہ کرنا چاہئے۔(۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۹۰/۳)

چار رکعت والی نماز میں مسبوق اپنی بقیہ دو رکعت کس طرح پوری کرے:

سوال: زید نے عشا کی آخری دو رکعت جماعت سے پائی تو وہ چھوٹی ہوئی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی سورت بھی پڑھے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اگر زید کی عشا کی نماز جماعت سے دو رکعت چھوٹ گئی ہے تو اس کو سورۂ فاتحہ کے ساتھ دونوں رکعتوں میں سورہ

---

(۱) ویخیر المنفرد فی الجهر إلخ كمن سبق بركعة من الجمعة فقام يقضيها يخير (الدر المختار) وبهٰذا التقرير ظهر وجه اقتصاره على الجمعة وإن كان الحكم كذالك لو سبق بركعة من العشاء ونحوه؛ لأن المقصود إثبات الجهر فی القضاء فی وقت المخافتة لا مطلقاً فافهم. (ردالمحتار، فصل فی القراءة: ۴۹۸/۱، ظفیر) (مطلب فی الكلام على الجهر والمنى فتنة، انيس)

(۲) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد الخ ويقضى أول صلاته فی حق قراءة وآخرها فی حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر يأتی بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها (درمختار) وفی الفيض عن المستصفیٰ: لو أدركه فی ركعة الرباعی يقضی ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتی بالثالثة بفاتحة خاصة عند أبی حنيفة وقالا: ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين أولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصة اهـ وظاهر كلامهم اعتماد قول محمدؒ. ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحكام المسبوق والمدرك واللاحق: ۵۵۷/۱-۵۵۸، ظفير)

ملا کر پڑھنا چاہیے، ایسا ہی ظہر وعصر اور مغرب میں بھی کرنا ہوگا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۲۲/۵/۲/۱۳۷۲ھ۔(فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۳۰)

مسبوق اپنی بقیہ نماز کیسے پوری کرے:

سوال: اگر امام مقیم ہے اور مقتدی نماز رباعی میں رکعت اخیر میں شریک ہوا، مقتدی بعد سلام امام، تینوں رکعتوں میں کیا پڑھے؟ آیا تینوں رکعتیں خالی بلاقرأت خاموش رہ کر ختم کرے گا، یا دو رکعتیں الحمد وسورت کے ساتھ اور ایک رکعت صرف الحمد کے ساتھ پڑھے گا؟

الجواب

جس شخص کو ایک رکعت ملی ہے امام کے ساتھ، مسبوق ہے، اگر نماز رباعی ہے تو بقایا کو اس طرح سے پڑھے کہ دو رکعت میں فاتحہ پڑھے اور سورت بھی ملاوے اور ایک رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے۔

والمسبوق من سبقه الإمام بها أوببعضها وهو منفرد حتٰى يثني ويتعوذ،إلخ. (الدرالمختار)

ويقرأ؛لأنه يقضى أول صلاته فى حق القراء ة كما يأتى حتٰى لوترك القراء ة لفسدت. (۲)

كذا فى الشامى:وفى الفيض عن المستصفىٰ: لو أدركه فى ركعة الرباعى يقضى ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتى بالثالثة بفاتحة خاصة عند أبى حنيفة وقالا: ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين أولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصة،آه. (۳) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۷۷-۳۷۸)

ایک رکعت پائی، تو بقیہ رکعتیں کس طرح پوری کرے، تعوذ وتحیات کہاں پڑھے:

سوال: جماعت ہو رہی ہے اور مقتدی بعد میں آکر شامل ہوا، امام صاحب نے تین رکعت پڑھ لی ہیں، مقتدی ایک رکعت میں شامل ہوا تو وہ باقی نماز کو کس طرح پڑھے، مثلاً: عصر کی نماز میں ایک رکعت ملی ہے، اب تین رکعتیں کیسے ادا کرے؟ "أعوذ" کس طرح اور کس رکعت میں پڑھے، آیا دوسری رکعت میں التحیات پڑھے، یا ایک میں "أعوذ" پڑھ کر، دوسری میں التحیات پڑھے، یا کس طرح پڑھے؟

(۱) ومن جملتها ما أشرنا اليه أنه يقضى أول صلاته فى حق القرأة وآخرها فى حق القعدة ...ولوأدرك ركعة من الرباعية فعليه أن يقضيى ركعة ويقرأ فيها الفاتحة والسورة ويقعد؛لأنه يقضى آخر صلٰوته فى حق القعدة وحينئذ فهى ثانية ويقضى ركعة يقرأ فيها كذلك ولا يقعد وفى الثالثة يتخير والقرأة أفضل ولو أدرك ركعتين يلزمه القراء ة فيما يقضى ولو تركها فى أحديهما فسدت؛لأن ما يقضى أول صلٰوته". (غنية المستملى،ص:٤٦٨-٤٦٩)

(۲) دیکھئے: الدرالمختار علىٰ هامش ردالمحتار،باب الإمامة: ١/٥٥٧-٥٥٨،ظفير

(۳) ردالمحتار،باب الإمامة: ١/٥٥٨،ظفير (مطلب فى أحكام المسبوق و المدرك اللاحق،انيس)

الجواب

جس شخص کو چار رکعت والی نماز میں، مثل ظہر، یا عصر میں، ایک رکعت امام کے ساتھ ملی تو وہ شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد، اپنی باقی رکعات اس طرح ادا کرے کہ اٹھ کر "**أعوذ**" اور "**سبحانک اللّٰہ**" پڑھ کر "**الحمد**" اور "سورت" اس رکعت میں پڑھے اور رکوع وسجدہ کر کے بیٹھ جاوے اور "**التحیات**" پڑھے؛ کیوں کہ اس کی دو رکعت ہوگئی، ایک امام کے ساتھ اور ایک خود اٹھ کر پڑھی۔ "**التحیات**" پڑھ کر، اٹھ کر "**الحمد**" اور "سورت" پڑھ کر، رکوع وسجدہ کرے، یہ اس کی تیسری رکعت ہوئی۔ سجدہ کے بعد فوراً اٹھ کر چوتھی رکعت صرف "**الحمد**" کے ساتھ پڑھے، یہ چوتھی رکعت ہوگئی، رکوع وسجدہ کر کے "**التحیات**" اور درود شریف ودعا پڑھ کر سلام پھیرے۔ (۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۹۶-۳۹۷)

اگر کوئی عصر یا مغرب کی اخیر رکعت میں ملا تو بقیہ نماز کس طرح پوری کرے:

سوال: اگر کوئی شخص عصر، یا مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ اخیر رکعت میں شامل ہوتا ہے تو باقی رکعتوں میں جو اکیلا پڑھے گا، ہر رکعت میں التحیات پڑھنا ہوگا، کس طرح جائز ہے؟

الجواب

مغرب میں ایسا ہی ہوگا کہ جب امام کے ساتھ ایک رکعت آخر کی ملی، تو باقی دونوں رکعتوں میں بیٹھنا اور التحیات پڑھنا ہوگا اور عصر میں امام کے سلام کے بعد ایک رکعت پڑھ کر قعدۂ درمیانی کرنا ہوگا اور پھر دو رکعت پڑھ کر آخر میں بیٹھنا ہوگا۔ (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۹۶)

مغرب کی نماز میں تیسری رکعت پانے والا باقی نماز کس طرح ادا کرے:

سوال: ایک شخص نماز مغرب میں تیسری رکعت میں شریک ہوا اور وہ رکعت کامل امام کے ساتھ اس کو ملی۔ بعد سلام امام کے مقتدی کھڑا ہو کر دو رکعت پڑھ کر بیٹھا اور التحیات اور درود وغیرہ پڑھ کر سلام پھیرا اور اول رکعت میں تشہد میں نہیں بیٹھا۔ اکثر لوگ اس طریقہ کو پسند کرتے ہیں اور اکثر دوسرے طریقہ کو وہ یہ کہ امام کے سلام کے بعد کھڑا

(۱-۲) والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها و هو منفرد حتیٰ يثني و يتعوذ ويقرأ،إلخ،فيما يقضيه،إلخ، ويقضي أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غير فجر يأتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي بفاتحة فقط.(الدر المختار علیٰ هامش رد المحتار،باب الإمامة،مطلب في أحكام المسبوق: ۱/۵۵۷،ظفير)

ہوکر ایک رکعت پڑھ کر تشہد میں بیٹھے پھر دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیرے، ان دونوں طریقوں میں کون سا طریقہ صحیح ودرست ہے؟ اگر دونوں صحیح ہیں تو افضل کون سا ہے؟ جواب بہت جلد مدلل بقرآن وحدیث وفقہ تحریر فرمائیں اور وہ رکعت مع قرأت کے پڑھے، یا نہیں؟ اور قرأت سراً پڑھے، یا جہراً؟ بینوا توجروا۔

الجواب ______________

بعد سلام امام کے مقتدی کھڑا ہوکر الحمد سے سورۃ ملا کر رکعت پوری کرے اور اس میں التحیات پڑھے درود نہ پڑھے پھر دوسری رکعت میں الحمد سورت کے ساتھ پڑھ کر التحیات معہ درود پڑھے، پھر سلام پھیرے، یہی طریقہ جائز ودرست ہے اور سوائے اس کے درست نہیں اور قرأت خواہ سراً پڑھے، یا جہراً اختیار ہے۔ فقط (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۹)

مغرب کی نماز میں تیسری رکعت پانے والا فوت شدہ رکعت کس طرح ادا کرے:

سوال (۱) مغرب کی جماعت میں تیسری رکعت پانے والا، باقی دو رکعتوں کے درمیان میں جلسہ کرے اور ایک کو خالی اور ایک بھرتی پڑھے، یا دونوں رکعت کے بعد جلسہ کرلے، کون صورت صحیح ہے اور کون موجب خرابی ہے؟

(۲) **أتموا ما فاتكم** کی تشریح کس نے کہاں کی ہے اور اس سے مراد کیا ہے؟

الجواب ______________ وباللّٰہ التوفیق

فقہا کا اختلاف ہے کہ افضل طریقہ ادائے مافات کا کیا ہے؛ لیکن دونوں طرح سے نماز درست ہوگی اور کوئی خرابی نہیں آئے گی۔

امام اعظمؒ کے نزدیک یہ ہے کہ امام کی نماز کے بعد جو دو رکعت ادا کرے، اس کے درمیان میں قعدہ نہ کرے اور دونوں میں قرأت کرے اور صاحبینؒ کے نزدیک دونوں رکعت کے درمیان میں قعدہ کرے اور اول میں قرأت کرے اور دوسری میں صرف سورہ فاتحہ پڑھے۔ فرق یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک "**ما فات من أوّل الصلاة**" کی اولیت باقی رہتی ہے اور صاحبین کے نزدیک جو رکعت امام کے ساتھ پڑھی گئی، اولیت اس کے لیے ہے۔ (۱)

(۱) اس مسئلہ میں دو رائیں منقول ہیں، ایک کی نسبت خود امام ابوحنیفہؒ کی طرف کی گئی ہے اور دوسرا قول امام محمدؒ کا ہے، کہا جاتا ہے کہ امام ابو یوسفؒ بھی اسی رائے کے ساتھ ہیں، کتب فقہ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہی قول معتمد اور معمول بہ ہے، خلاصہ اس قول کا یہ ہے کہ مسبوق اپنی نماز کی ابتدائی رکعات جو اس کی فوت ہوگئی ہیں، قرأت کے حق میں اسے نماز کی ابتدائی رکعتوں کی طرح سمجھے اور آخری رکعتوں کو نماز کا آخری حصہ تسلیم کرے، جس میں وہ تشہد پڑھے، پس فجر کے علاوہ دیگر نمازوں کے حق میں ایک رکعت پانے والا دو رکعت اس طرح ادا کرے گا کہ اس میں فاتحہ وسورہ پڑھے گا اور دونوں رکعتوں کے درمیان تشہد کرے گا اور اگر نماز چار رکعت کی ہو تو چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے گا اس سے پہلے قعدہ نہیں کرے گا۔

==

(۲) مبسوط سرخسی اور بدائع الصنائع میں دیکھئے۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۵۰/۵/۳۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۲۸/۲-۲۳۰)

مسبوق اپنی بقیہ نماز کس طرح پوری کرے گا:

سوال: جو شخص مغرب کی نماز میں دو رکعت کے بعد امام کے ساتھ شامل ہو، وہ بقیہ دو رکعتیں کس طرح پوری کرے گا؟

الجواب ــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

مغرب کی نماز جس شخص کو جماعت سے ایک رکعت ملی ہو، اس کو دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور سورہ پڑھنی چاہیے، پہلی رکعت میں اس کو سجدے کے بعد بیٹھ کر التحیات پڑھنی چاہیے اور دوسری رکعت میں التحیات درود پڑھ کر سلام پھیرنا چاہیے۔(۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۱۳۷۰/۲/۲۵ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۲۳۲/۲-۲۳۳)

== (والمسبوق من سبقه الإمام بها) أو ببعضها وهومنفرد)حتٰی یثن ویتعوّذ ویقرأ،وإن قرأ مع الإمام لعدم الاعتداد بها لكراهتها،مفتاح السعادة، (فيما يقضيه) أى بعد متابعته لإمامه، فلو قبلها فالأظهر الفساد، يقضى أول صلاته فى حق قراءة وآخرها فى حق تشهد؛ فمدرک ركعة من غير فجر يأتى بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعى بفاتحة فقط ولا يقعد قبلها.(الدرالمختار: ۳٤٦/۲-۳٤۷)

قوله:(ويقضى أول صلاته فى حق قراءة،إلخ) هٰذا قول محمد،كما فى مبسوط السرخسى وعليه اقتصر فى الخلاصة وشرح الطحاوى و الاسبيجابية والفتح و الدررو البحروغيرهم وذكرالخلاف،كذلک فى السراج؛ لكن فى صلاة الجلابة إن هٰذا قولهما وتمامه فى شرح الشيخ إسماعيل وفى الفيض عن المستصفى: لو أدركه فى ركعة الرباعى يقضى ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتى بالثالثة بفاتحة خاصة عند أبى حنيفة،وقالا:ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين أولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة خاصة،آه، وظاهركلامهم اعتماد قول محمد، قوله:(وتشهد بينهما) قال فى شرح المنية:ولو لم يقعد جاز استحساناً لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة أولٰى من وجه، آه.(ردالمحتار ،باب فى أحكام المسبوق و المدرک واللاحق: ۳٤۷/۲)

(۱) (ما أدركتم فصلوا وما فاتكم فأتموا)أطلق لفظ الإتمام على أداء ما سبق به وإتمام الشيء يكون بآخره فدل أن الذى يقضى آخر صلاته والدليل عليه وجوب القعدة على من سبق بركعتين من المغرب إذا قضى ركعة ولوكان مايقضى أول صلاته لما وجبت القعدة الواحدة لأنها تجب على رأس الركعتين لا عقيب ركعة واحدة وكذا إذا قضى الركعة الثانية تفترض عليه القعدة والقعدة لا تفترض عقيب الركعتين وكذا لو كان ما أدرک مع الإمام آخر صلاته كان ما قعد مع الإمام فى محله فيكون فرضا له كما للإمام فلا يفترض ثانيا فيما يقضى كما لا يأتى بالقنوت عندكم ثانيا لحصول ما أدرک مع الإمام فى محله ولا يلزمنا إذا سبق بركعتين من المغرب حيث يقضيهما مع قراءة الفاتحة والسورة جميعا ولوكان يقضى آخر صلاته حقيقة وحكما لكان لا تجب عليه القراءة فى الثانية من الركعتين التين يقضيهمالأنها ثالثة ولا تجب القراءة فى الثالثة،الخ.(بدائع الصنائع: ۲٤۸/۱،كذا فى مبسوط السرخسى: ۱۹۰/۱،انيس)

(۲) "ومنها،أنه يقضى أول صلاته فى حق القراءة وأخرها فى حق التشهد حتٰى لوأدرک ركعة ==

امام قعدۂ اخیرہ میں ہو تو مسبوق کیا پڑھے:

سوال: زید مغرب کی نماز میں امام کے ساتھ اس وقت ملا، جب کہ امام دوسری رکعت میں قرأت کرر ہا تھا اور جب امام قعدۂ اخیرہ میں بیٹھا تو زید نے تشہد کے بعد درود بھی پڑھا اور دعا بھی تو کیا نماز نہیں ہوئی؟ بکر عالم کہتا ہے کہ نماز ہوگئی۔

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں بکر کا کہنا صحیح ہے، زید کی نماز ہوگئی، البتہ ایسی صورت میں بہتر یہ تھا کہ تشہد کو اتنی کم رفتار سے پڑھی جائے کہ مسبوق کا تشہد امام کے سلام پھیرنے تک ختم ہو جائے۔(۱) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

عبداللّٰہ خالد مظاہری، ۳۰/۷/۱۴۰۰ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۴۹۵)

جمعہ کی نماز میں مسبوق اپنی کتنی رکعت پوری کرے گا:

سوال: زید جمعہ کی نماز میں دوسری رکعت میں شامل ہوا، اس صورت میں امام کے سلام پھیرنے کے بعد اس کو کتنی رکعت پڑھنی چاہئے؟

الجواب ــــــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

اس شخص کو جب جمعہ کی نماز ایک رکعت ملی ہے تو امام کے سلام کے بعد یہ شخص ایک رکعت پڑھے، جیسے فجر کی نماز پڑھی جاتی ہے۔(۲) فقط واللّٰہ تعالیٰ اعلم

محمد عثمان غنی، ۹/۳/۲/۱۳۷ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۲۳۱)

وتر کی ایک رکعت پانے والا بقیہ رکعتیں کس طرح ادا کرے:

سوال: ایک شخص وتر کی جماعت میں تیسری رکعت میں مسبوق ہو کر ملا تو اپنی متروکہ دو رکعتیں بعد سلام امام کے کس طرح ادا کرے؟

== من المغرب قضى ركعتين وفصل بقعدة فيكون بثلاث قعدات وقرأ في كل فاتحة وسورة". (الفتاوى الهندية، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۹۱/۱)

(۱) "وأما المسبوق فيترسل ليفرغ عند سلام إمامه، وقيل يتم، وقيل يكرر كلمة الشهادة". (الدر المختار على هامش ردالمحتار، باب صفة الصلاة: ۲/۲۲۰-۲۲۱)

(۲) "ومن أدرك الإمام يوم الجمعة صلّى معه ما أدركه وبنى عليه الجمعة ... وإن كان أدركه في التشهد". (الهداية، باب الجمعة: ۱/۱۷۰)

الجواب ــــــــــــــــــــ و باللّٰہ التوفیق

رمضان المبارک کے وتر کی جماعت میں جس مسبوق کو صرف ایک رکعت امام کے ساتھ ملی ہے، اگر اس نے امام کے ساتھ قنوت پڑھا ہے تو پھر نہیں پڑھے گا اور بقیہ دو رکعتوں کے درمیان میں قعدہ کرے گا۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد نور الحسن غفرلہ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ:۲/۳۰۹)

صرف ایک رکعت پانے والے مسبوق پر ایک رکعت ادا کرنے کے بعد قعدہ لازم ہے یا نہیں:

سوال: درمختار کی اس عبارت "**فمدرک رکعته من غیر فجر یأتی برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما**" سے تو معلوم ہوتا ہے کہ ثلاثی اور رباعی نماز کی ایک رکعت پانے والے مسبوق ایک رکعت تسلیم امام کے بعد پڑھ کر وجوباً قعدہ کرے اور تشہد پڑھے اور اگر نہ کیا تو سجدہ سہو کرنا چاہیے، ورنہ کراہت تحریمی ہوگی اور **تشهد بینهما** کے تحت میں علامہ شامی نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ!

قال فی الشرح المنیه ولو لم یقعد جاز استحسانًا لاقیاسًا ولم یلزمه سجود السهو لکون الرکعة أولٰی من وجه.

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قعدۂ اور تشہد مذکورہ واجب وضروری نہیں، ورنہ سجدۂ سہو یا اعادہ واجب ہوتا، اگر ترک کی صورت میں نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہوتی ہے، یا سجدۂ سہو لازم ہوتا ہے تو حضور تکلیف فرما کر اثبات مدعی کے لئے کوئی عبارت علاوہ ان عبارات کے تحریر فرمادیں؛ تا کہ اطمینان ہو، ورنہ متن وشرح کی عبارت کی توجیہ فرمادیں کہ بظاہر مختلف معلوم ہوتی ہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــ

قال فی الدرالمختار فی أحکام المسبوق: ویقضی أول صلاته فی حق قراء ة وأخرها فی حق تشهد، آه.

وفی ردالمحتار: هٰذا قول محمد رحمه اللّٰه، کما فی مبسوط السرخسی، وعلیه اقتصر فی

(۱) امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑے ہو کر جو رکعت ادا کرے، وہ اس کے لئے دوسری رکعت کے حکم میں ہے، لہٰذا وہ قعدہ اولیٰ کرے گا اور پھر جو اس مسبوق نے دوسری رکعت پڑھی، یہ اس کی آخری رکعت ہے؛ اس لیے وہ قعدۂ اخیرہ کرے گا، اس طرح دو رکعتوں کے درمیان قعدۂ اولیٰ اور قعدۂ اخیرہ ادا کیا جائے گا۔[مجاہد]

"ومنها أنه یقضی أول صلاته فی حق القرأة وآخرها فی حق التشهد حتیٰ لو أدرک رکعة من المغرب قضی رکعتین وفصل بقعدة فیکون بثلاث قعدات وقرأ فی کل فاتحة وسورة ".(الفتاویٰ الهندیة،الفصل السابع فی المسبوق واللاحق: ۱/۹۱)

الخلاصة وشرح الطحاوی والاسبیجابی والفتح والدر والبحر وغیرهم وذكر الخلاف كذٰلك فی السراج لكن فی صلاة الجلابی إن هٰذا قولهما وتمامه فی شرح الشیخ إسمٰعیل و فی الفیض عن المستصفی: لو أدركه فی ركعة الرباعی یقضی ركعتین بفاتحة وسورة ثم یتشهد ثم یأتی بالثانیة بفاتحة خاصه عند أبی حنیفة رحمه الله وقالا ركعة بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتین أولاهما بفاتحة وسورة وثانیتهما بفاتحة خاصة وظاهر كلامهم اعتماد قول محمد رحمه الله،آه.(۱/ ۴۲۳-۴۲۴)

وفی كتاب الآثار لمحمد: قال أخبرنا أبو حنیفة رحمه الله عن حماد عن إبراهیم أن مسروقًا وجندباً دخلا فی صلاة الإمام فی المغرب فأدركا معه ركعة وسبقا بركعتین وصلیا معه ركعة ثم قاما یقضیان فأما مسروق فجلس فی الركعة الأولٰی التی قضی وأما جندب فقام فی الأولٰی وجلس فی الثانیة فلما انصرفا أقبل كل واحد علٰی صاحبه ثم أنهما تساوقا إلٰی عبدالله بن مسعود فقصا علیه القصة فقال كلاكما قد أحسن وأن أصلی كما صلی مسروق أحب،إلٰی أن قال محمد رحمه الله: وبقول ابن مسعود رضی الله عنه نأخذ، یجلس فی الركعتین جمیعا اللتین فأتاه وهو قول أبی حنیفة رحمه الله،آه.(ص:۲۷)(۱)

ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ درمختار میں جوقول نقل کیا ہے، وہ افضل ہے اور اگر ثلاثی ورباعی نماز کی ایک رکعت پانے والا مسبوق تسلیم امام کے بعد ایک رکعت پڑھ کر قعدہ نہ کرے؛ بلکہ دو رکعت کے بعد قعدہ کرے تو یہ بھی جائز ہے اور سجدۂ سہو لازم نہیں آئے گا۔ واللہ اعلم

۲۳/شوال ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام:۲/۱۶۰-۱۶۲)

تین رکعات کا مسبوق قعدۂ اولیٰ کب کرے:

سوال: ایک شخص نماز رباعی میں چوتھی رکعت میں امام کے ساتھ شریک ہوا، اس نے باقی تین رکعتیں اس طرح ادا کیں کہ پہلی رکعت پر قعدہ کی بجائے دوسری رکعت پر قعدہ کیا، اس کی نماز ہوگئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب ــــــــــــ باسم ملهم الصواب

اولیٰ یہ ہے کہ مسبوق ایک رکعت کے بعد قعدہ کرے، اگر دو رکعت کے بعد قعدہ کیا تو بھی کچھ حرج نہیں۔

قال فی العلائیة: ویقضی أول صلاته فی حق قرأة وآخرها فی حق تشهد،فمدرك ركعة من غیر فجر یأتی بركعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولا یقعد قبلها، وقال ابن عابدین رحمه الله تعالٰی: هٰذا قول محمد رحمه الله تعالٰی كما فی مبسوط السرخسی

(۱) كتاب الآثار،باب من سبق بشیء من صلاته،رقم الحدیث: ۱۳۰،انیس

وعليه اقتصر في الخلاصة وشرح الطحاوي والاسبيجابي والفتح والدرر والبحر غيرهم (إلىٰ قوله) وفي الفيض عن المستصفى: لو أدرك في ركعة الرباعي يقضي ركعتين بفاتحة وسورة وتشهد ثم ركعتين أولاهما بفاتحة وسورة وثانيتهما بفاتحة وقالا ركعة بفاتحة وسورة تشهد ثم ركعتين أولاهما بفاتحة سورة وثانيهما بفاتحة خاصة،آه، وظاهر كلامهم اعتماد قول محمد رحمه اللّٰه تعالىٰ (قوله: وتشهد بينهما)قال في شرح المنية: ولولم يقعد جاز استحسانًا لا قياسا ولم يلزمه سجود السهولكون الركعة أولىٰ من وجه،آه.(ردالمحتار: ۱/۵۵۸) فقط واللّٰه تعالىٰ أعلم

۸/ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/۳۸۳)

تین رکعات کے مسبوق کے لیے امام کے فارغ ہونے کے بعد دو رکعت متصل پڑھنے سے نماز کا حکم:

سوال: اگر مسبوق نے امام کے ساتھ چوتھی رکعت ادا کر کے بعد بناء کی صورت میں دو رکعتیں بلافصل قعدہ کے پڑھ لیں تو کیا اس مسبوق پر سہو لازم ہے، یا نہیں؟

الجواب

اگر چہ معتمد علیہ قول امام محمد کا ہے اور صورت مذکورہ میں امام محمد کے قول کے خلاف کیا گیا ہے؛ لیکن پھر بھی اس شخص کی نماز استحسانا جائز اور درست ہے، سجدہ سہو بھی واجب نہیں ہے۔(۱)

قال الحصكفي: ويقضي أول صلاته في حق قراء ته وأخرها في حق تشهد فمدرك ركعة من غيرفجر يأتي بركعتين بفاتحة وسورة وتشهد بينهما وبرابعة الرباعي فاتحه فقط ولايقعد قبلها.

وقال ابن عابدين تحت هذه العبارة:(قوله:ويقضي أول صلاته في حق قراء ته،إلخ)وهٰذا قول محمد،كما في مبسوط السرخسي وعليه اقتصر في الخلاصة وشرح الطحاوي والاسبيجابي والفتح والدرر والبحر وغيرهم وذكر الخلاف،كذلك في السراج الوهاج، لكن في صلاة الجلابي أن هٰذا قولهما وتمامه في شرح الشيخ إسمعيل وفي الفيض عن المستصفى: لو أدركه في ركعة الرباعي يقضي ركعتين بفاتحة وسورة ثم يتشهد ثم يأتي بالثالثة بفاتحة خاصة،آه، وظاهر كلامهم اعتماد قول محمد (قوله: تشهد بينهما) قال في شرح المنية: ولو لم يقعد جاز استحسانًا لا قياساً ولم يلزمه سجود السهو لكون الركعة أولىٰ من وجه،آه. (الدرالمختارمع رد المحتار،أحكام المسبوق واللاحق: ۱/۵۹٦) (فتاویٰ حقانیہ: ۳/۱۸٦)

(۱) قال إبرهيم الحلبي:ومن جملتها ما أشرنا إليه أنه يقضي أول صلٰوته في حق القراء ة وآخرها في حق القعدة حتىٰ لوأدرك مع الإمام ركعة من المغرب بأنه قرأ في الركعتين الفاتحة والسورة ويقعد في أوليها؛لأنها ثنائية ولو لم قعد جاز استحسانًا لاقياسا ولم يلزمه سجود السهو لو سهوًا لكونها أولى لم وجه إلخ(كبيرى،باب سجود السهو: ٤٦٨)

مسبوق امام کی اقتدا:

سوال: مسبوق کی امامت درست ہے، یا نہیں؟ مثلاً زید نماز پڑھا رہا تھا، بکر دوسری، یا تیسری رکعت میں شریک ہوا، جب زید نماز سے فارغ ہوا تو بکر باقی نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوا تو خالد آ کر اس کے پیچھے نماز پڑھنے لگا تو خالد کی نماز درست ہے، یا نہ؟

الجواب

مسبوق کی اقتدا درست نہیں ہے، وہ بحالت انفراد بعد فراغ امام دوسروں کا امام نہیں ہوسکتا۔

کما فی الدر المختار: لایجوز الاقتداء به. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۷۵-۳۷۶)

مسبوق شخص کی اقتدا:

سوال: ایک شخص جماعت میں اس وقت شریک ہوگیا، جب کہ امام ایک رکعت پڑھ چکا تھا، جماعت ختم ہونے پر شخص مذکور اپنی باقی ماندہ نماز پوری کررہا تھا، اتنے میں دو شخص اور وضو کر کے پہلے شخص کے پیچھے نیت باندھ کر کھڑے ہوگئے، پہلا شخص اپنی رکعت پوری کر چکا، دو شخص جو بعد میں آئے تھے، ان کی ایک رکعت باقی رہ گئی، اس کے بعد ایک، یا دو شخص اور وضو کر کے ان کے پیچھے کھڑے ہوگئے، اسی طرح پانچ دفعہ شامل ہوتے رہے، اس طریقہ سے اقتدا درست ہوئی، یا نہیں؟

الجواب

وہ شخص جس کی ایک یا دو رکعت فوت ہوجاوے اور بعد میں آ کر جماعت میں شامل ہو، وہ مسبوق کہلاتا ہے، جس وقت امام کے سلام پھیرنے کے بعد وہ اپنی رکعت پوری کرنے کھڑا ہو تو اس کے پیچھے کسی کو اقتدا کرنا درست نہیں ہے، ان مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، اسی طرح آخر سلسلہ تک ان لوگوں کی نماز نہ ہوگی، جو آ کر شامل ہوتے رہے، جیسا کہ درمختار میں مسبوق کے حال میں ہے:

لایجوز الاقتداء به. (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۲۱۲) ☆

(۱-۲) **الدر المختار علی هامش رد المحتار، باب الإمامة: ۱/۵۵۸، ظفیر (مطلب فی أحكام المسبوق والمدرك اللاحق، انیس)**

☆ مسبوق کی اقتدا درست نہیں ہے:

سوال: ایک شخص نماز جماعت میں تیسری، یا چوتھی رکعت میں شامل ہوا، نماز ختم ہونے کے بعد یہ شخص، مثلاً زید اپنی نماز پوری کررہا تھا کہ عمر نے زید کو، جو چوتھی رکعت میں شامل جماعت ہوا تھا، اپنا امام کرلیا اور اس نے بعد پورا کرنے اپنی نماز کے، سلام پھیر دیا تو یہ جماعت درست ہوگی، یا نہیں؟

==

مسبوق امام کے، پہلے سلام کے بعد، کھڑا ہو یا دوسرے کے بعد:

سوال: مسبوق بقیہ رکعات کی ادائیگی کے لیے امام کے اول سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو، یا دونوں سلام پھیرنے کے بعد؟

الجواب

دونوں سلام پھیرنے کے بعد اٹھنا بہتر ہے؛ تا کہ اگر امام پر سجدہ سہو ہو تو اس کو لوٹنا نہ پڑے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۴/۳)

==

الجواب

جو شخص تیسری، یا چوتھی رکعت میں امام کے ساتھ شامل ہوا اور اقتدا امام کا کیا، وہ مسبوق کہلاتا ہے، جس وقت وہ اپنی باقی ماندہ نماز پوری کرنے کھڑا ہوا تو اس کے پیچھے کسی کو اقتدا کرنا درست نہیں ہے۔

لایجوز الاقتداء به. (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق واللاحق: ۵۵۸/۱، قبیل باب الاستخلاف، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۹۵/۳)

مسبوق کی اقتدا میں پڑھی گئی نماز کا حکم:

سوال: جماعت میں کوئی شخص دوسری، یا تیسری رکعت میں شریک ہوا، بعد اختتام جماعت وہی مسبوق باقی ماندہ نماز پوری کر رہا تھا، پیچھے سے دیگر اشخاص آ گئے اور لاعلمی سے مسبوق کے پیچھے نیت باندھ لی، یہ کہہ کر تکبیر آواز سے کہو ہم بھی شریک ہو گئے، اسی صورت سے نماز پوری کی تو ان کی نماز ہو گئی، یا نہیں؟

الجواب

اس کے پیچھے دوسروں کی اقتدا صحیح نہیں ہے، مقتدیوں کی نماز نہیں ہوئی۔

كما فی الدر المختار: لایجوز الاقتداء به، إلخ، المسبوق. (۴۰۱/۱) (الدر المختار علٰی هامش رد المحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق واللاحق: ۵۵۸/۱، قبیل باب الاستخلاف، ظفیر) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۲۷۶/۳)

(۱) **وینبغی أن یصبر (المسبوق) حتٰی یفهم أنه لاسهو علی الإمام.** (الدر المختار)

أی لایقوم بعد التسلیمة أو التسلیمتین بل ینتظر فراغ الإمام بعدها، إلخ، قال فی الحلیة: ولیس هٰذا بلازم بل المقصود مایفهم أن لاسهو علی الإمام أو یجد له مایقطع حرمة الصلاة. (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک واللاحق: ۵۵۹/۱)

وتنقطع التحریمة بتسلیمة واحدة، برهان، وقد مر. (الدر المختار) **أی فی الواجبات حیث قال: وتنقضی قدوةً بالأول قبل علیکم علی المشهور عندنا خلافاً للتکملة، آه.** (رد المحتار، فصل تالیف الصلاة: ۴۹۰/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ پہلے سلام کے بعد بھی اٹھ سکتا ہے، بہتر یہی ہے کہ دوسرے سلام کے بعد کھڑا ہو۔ (ظفیر غفرلہ)

مسبوق بھول سے سلام پھیر کر دعا کرے، پھر یاد، آئے تو کیا کرے:

سوال: ایک شخص نماز میں ایسے وقت شامل ہوا، جب کہ ایک یا دو رکعت ہو چکی تھی، اس نے امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، پھر ہاتھ اٹھا کر عربی زبان میں دعا بھی مانگ چکا، پھر اسے یاد آیا کہ میری ایک یا دو رکعت باقی ہے، اس کے واسطے کیا حکم ہے؟

الجواب

بغیر کسی کلام کے اور کچھ بولے، اگر وہ اٹھ گیا، اگر چہ سلام پھیر دیا اور ہاتھ اٹھا کر دعا بھی مانگ لی، اس کی نماز ہوگئی، آخر میں سجدۂ سہو کر لیوے۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند:۳۸۲/۳)

مسبوق کا امام کے ساتھ سلام پھیرنا:

سوال: اگر مسبوق سہواً، یا عمداً امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو نماز فاسد ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب

سہواً کرنے سے نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ عمداً کرنے سے فاسد ہو جائے گی۔

مجمع البرکات میں ہے:

وسلام المسبوق لاتفسد صلاته؛ لأنه سلام الساهي فلايخرجه عن حرمة الصلاة، كذا في الفتاوىٰ العالمكيرية ناقلاً عن شرح الطحاوي وإن سلم مع الإمام على ظن أن سلامه مع الإمام فهو سلام عمداً فتفسد، كذا في الظهيرية، إنتهىٰ. (۲) (مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحئی اردو:۲۳۶)

مسبوق نے بھول کر سلام پھیر دیا، یاد دلانے پر بقیہ رکعت پوری کر لی، تو نماز ہوگئی:

سوال: ایک مسبوق نے سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، مقتدی نے مسبوق کو کہا کہ تم ایک رکعت اور پڑھو، اس پر مسبوق کو وہ رکعت یاد آئی اور مسبوق نے چپکے ہی اٹھ کر رکعت پڑھ لی، آیا اس کی نماز جائز ہے، یا نہ؟

(۱) لوسلم ساهياً إن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، قبيل باب الاستخلاف: ۵٦٠/١، ظفير)

(۲) ولو سلم المسبوق مع الإمام ينظر إن كان ذاكرا لما عليه من القضاء فسدت صلاته وإن كان ساهيا لما عليه من القضاء لا تفسد صلاته لأنه سلام الساهي فلا يخرجه عن حرمة الصلاة، كذا في شرح الطحاوي في باب سجود السهو. (الفتاوىٰ الهندية، الباب السابع فيما يفسد الصلاة ومايكره فيها: ۹۸/١، دار الفكر بيروت، انيس)

وإن سلم مع الإمام على ظن أن عليه السلام مع الإمام فهو عمد فتفسد، كذا في الظهيرية. (الفتاوىٰ الهندية، الفصل السابع في المسبوق واللاحق: ۹۱/١، دار الفكر بيروت، انيس)

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

نماز اس کی صحیح ہوگئی، **هذا هو الأصح**. (۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳/۳۸۶) ☆

مسبوق بھول سے سلام پھیر دے، پھر یاددلانے پر اٹھ کر پوری کرے:

سوال: مسبوق اگر امام کے ساتھ بلا ارادہ ہر دو جانب سلام پھیر دے، اور جو لوگ نماز میں شامل تھے، وہ اس کو کہیں کہ تیری بقیہ نماز نہیں ادا ہوئی، وہ ادا کرے، تو اس شخص کی نماز ہو جائے گی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اگر وہ مسبوق دوسرے کے بتلانے سے اور یاددلانے سے اٹھا اور خود بھی اس کو یاددلانے سے یاد آ گیا اور اسی بنا پر وہ اٹھا، تو سجدہ سہو کرنے سے اس کی نماز ہوگئی۔ (۲)

---

(۱) **حتٰی لو امتثل أمر غیره، فقیل له: تقدم ؟ فتقدم، أو دخل فرجة الصف، فوسع له، فسدت، بل یمکث ساعة، ثم یتقدم برأیه. (الدر المختار) (قوله: أو دخل فرجة، إلخ) المعتمد فیه عدم الفساد. (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب مایفسد الصلاة و مایکره فیها: ۱/۵۸۱)**

اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی کے کہنے کے بعد، ایک لمحہ ٹھہر جائے، پھر کھڑا ہو کر پوری کرے، اور اگر کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا، تو بھی معتمد قول کی بنیاد پر نماز نہیں فاسد ہوگی؛ بلکہ ادا ہوگئی۔ واللہ اعلم (ظفیر مفتاحی)

مگر اسے سجدہ سہو کرنا چاہئے، احتیاط اسی میں ہے۔

ولو سلم ساهیاً إن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا. (الدر المختار)

أی وإن سلم معه أو قبله لایلزمه؛ لأنه مقتدٍ فی هاتین الحالتین، وفی شرح المنیة عن المحیط: إن سلم فی الأولٰی مقارناً لسلامه فلا سهو علیه؛ لأنه مقتدٍ به وبعده لایلزم؛ لأنه منفرد، آه ثم قال: فعلٰی هٰذا یراد بالمعیة حقیقتها وهو نادر الوقوع آه، قلت: یشیر إلٰی أن الغالب لزوم السجود؛ لأن الأغلب عدم المعیة وهٰذا مما یغفل عنه کثیر من الناس فلیتنبه. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک واللاحق: ۱/۵۶۰، ظفیر)

☆ **مسبوق کا دوسرے کے کہنے سے اپنی نماز کو پورا کرنا:**

سوال: اگر مسبوق بھول کر امام کے ساتھ سلام پھیر دے اور کچھ دیر توقف کے بعد دوسرے کے کہنے پر بقیہ نماز کو پوری کرتا ہے تو اس کی نماز صحیح ہوگی، یا نہیں؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــ

اس کی نماز فاسد ہو جائے گی؛ کیوں کہ اس نے نماز کی حالت میں غیر سے مدد حاصل کی، **کذا یفهم من الدر المختار.**

(مجموعہ فتاویٰ مولانا عبدالحیٔ اردو: ۲۱۴-۲۱۵)

(۲) **إن تابع وإلا لا، ولو سلم ساهیاً إن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا. (الدر المختار)** ==

اور ایسی حالت میں ایسا ہی کرنا چاہئے کہ اگر کوئی دوسرا شخص بتلا دے اور یاد دلا دے تو خود یاد کر کے اپنی یاد پر اس فعل کو کرے؛ تا کہ نماز میں کچھ خلل نہ ہو۔(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیو بند: ۳۹۳/۳)

مسبوق نے غلطی سے سلام پھیر دیا اور پھر کسی کے کہنے پر کھڑا ہو گیا:

سوال: امام نے سلام پھیرا اور مسبوق نے نادانی، یا سہو سے سلام پھیر دیا، یا چپ بیٹھا رہا، تب امام، یا دوسرے مقتدی کے (جواب خارج نماز میں ہے) بتلانے سے وہ خیال کیا کہ نماز باقی رہی باقی پڑھی، یہ درست ہوا، یا نہ؟

الجواب

اس حالت میں سلام پھیرنے سے نماز فاسد نہیں ہوئی اور مقتدی خارج صلوٰۃ، یا امام فارغ عن الصلوٰۃ کے بتلانے سے اگر مسبوق کو یاد آ گیا اور اپنی یاد پر کھڑا ہوا تو نماز فاسد نہیں ہوئی، بشرطیکہ کوئی عمل منافی صلوٰۃ نہ کیا ہو، پس اگر امام کے سلام کے بعد فوراً بتلانے سے کھڑا ہوا، تب تو سجدۂ سہو بھی نہیں اور تین سبحان اللہ کی مقدار دیر ہوئی تو سجدۂ سہو لازم ہے۔

۲ / جمادی الثانیہ ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۱۵۹/۲-۱۶۰)

مسبوق نے سلام پھیر کر دعا کر لی، پھر یاد دلانے پر یاد آیا، تو وہ کیا کرے:

سوال: ایک روز نمازِ عشا کی جماعت میں خادم دوسری رکعت میں شریک ہوا، مگر امام کے ساتھ دونوں طرف سلام پھیر کر نماز ختم کی اور دعا مانگی؛ مگر اسی وقت ایک دوسرے مقتدی نے، جو اپنی نماز امام کے ساتھ پوری کر چکا تھا، مجھے جتلایا کہ تم کھڑے ہو کر نماز پوری کرو، پس اگر اس حالت میں یہ عاصی کھڑے ہو کر نماز پوری کر لیتا تو نماز ہو جاتی، یا نہیں اور جس صورت میں کہ میں نے ان کا کہنا نہیں مانا؛ بلکہ ازسرِ نو چار فرض ادا کئے تو یہ نماز ہو گئی، یا نہیں؟ میرے نہ ماننے کی یہ وجہ ہوئی کہ دل میں یہ خیال اور شبہ پیدا ہوا کہ خارج از نماز لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔

الجواب

اگر اس شخص کے بتلانے کے بعد کچھ تأمل کر کے خود یاد آ جاتا کہ میری ایک رکعت بے شک رہی ہے اور اس بنا پر

== وفی شرح المنية عن المحيط: إن سلم فی الأولٰی مقارناً لسلامه فلا سهو عليه؛ لأنه مقتدٍ به وبعده لايلزم لأنه منفرد، آه ثم قال: فعلٰی هٰذا يراد بالمعية حقيقتها وهو نادر الوقوع آه، قلت: يشير إلٰی أن الغالب لزوم السجود؛ لأن الأغلب عدم المعية. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحكام المسبوق والمدرك واللاحق: ٥٦٠/١، ظفير)

(۱) حتٰی لو امتثل أمر غيره، فقيل له: تقدم ؟ فتقدم، أو دخل فرجة الصف أحد، فوسع له، فسدت، بل يمكث ساعة، ثم يتقدم برأيه، قهستاني. (الدر المختار)

المعتمد فيه عدم الفساد، ط. (ردالمحتار، باب مايفسد الصلوٰة ومايكره فيها: ٥٨١/١، ظفير)

اٹھ کر ایک رکعت پوری کر کے نماز پوری کر کے سجدہ سہو کر لیا جاتا تو نماز ہو جاتی؛ کیوں کہ وہ امتثال غیر شخص کا نہیں ہے؛ بلکہ جب کہ خود یاد آ گیا تو اسی کی طرف کھڑا ہونا منسوب ہوگا۔

درمختار میں ہے:

حتٰی لو امتثل أمر غيره فقيل له تقدم فتقدم أو دخل فرجة الصف أحد فوسع له فسدت بل يمكث ساعةً ثم يتقدم برائه.

اور شامی میں عدم فساد کی تصحیح کی ہے:

وقدمنا عن الشرنبلالي: عدم الفساد وتقدم تمام الكلام عليه،إلخ. (ردالمحتار،المجلد الأول)(۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۹۹-۴۰۰)

مسبوق اگر امام کے ساتھ سلام پھیر دے تو کیا حکم ہے:

سوال: اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سجدۂ سہو یہ سمجھ کر سلام پھیرا کہ مجھ کو بھی دیگر مقتدیوں کی طرح سلام پھیرنا چاہئے تو اس کا کیا حکم ہے اور سہوا سلام پھیرا تو کیا حکم ہے؟

الجواب

قال في الدر: ولو سلم المسبوق ساهيًا أن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا،قال الشامي قوله: و(سلم ساهيًا)قيد به؛لأنه لو سلم مع الإمام علٰى ظن أنه عليه السلام،معه فهو سلام عمد فتفسد كمافي البحر عن الظهيرية،آه. (۱/۶۲۶)

وفي الخلاصة: المسبوق إذا سلم مع الإمام علٰى ظن أن عليه أن يسلم مع الإمام فهو سلام عمداً يمنع البناء،آه. (۱/۱۶۹)(۲)

صورت اولیٰ میں جب کہ مسبوق نے سلام سہو میں امام کی متابعت عمداً کی ہے، مسبوق کی نماز فاسد ہوگئی اور صورت ثانیہ میں جب کہ سہوا سلام پھیر دیا تو حکم یہ ہے کہ اگر یہ سلام امام کے ساتھ پھیرا، تب تو مسبوق پر کچھ نہیں، **لكونه مقتدياً في هٰذه الحالة وسهو المقتدي لا يوجب شيئاً** اور اگر امام کے بعد سلام پھیرا تو مسبوق کے ذمہ سجدۂ سہو لازم آئے گا، **لكونه منفردا في هٰذه الحالة وسهو المنفرد يوجب سجود السهو.** میں کہتا ہوں کہ مقتضی قیاس کا یہ ہے کہ اس صورت میں بھی مسبوق پر سجدۂ سہو لازم نہ آوے؛ کیوں کہ اگر اس نے امام کے بعد بھی سلام پھیرا ہے جب بھی وہ شرکت سجود سہو کی وجہ سے حالت اقتدا کی طرف لوٹ آیا تو یہ سہو منفرد نہیں؛ بلکہ سہو مقتدی ہے۔

(۱) ردالمحتار،باب مايفسد الصلٰوة وما يكره فيها: ۱/۵۸۱،ظفير

(۲) الدر المختار، كتاب الصلاة،باب الاستخلاف،انيس

وهـو لايـوجب شيئًا، قال الطحطاوی فی حاشية مراقی الفلاح: أما سلامه بعدسلام الإمام من سـجـود السهو فلايلزم به سهو؛لأنه لما سجد للسهومعه عاد إلی الاقتداء ولاسهوعلی المقتدی فتأمل فيه كله،آه. (۲۶۹/۱)

۲/شعبان ۱۳۴۱ھ (امدادالاحکام:۱۶۰/۲)

کوئی دوسری رکعت میں ملا؛ مگر امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، تو اب کیا کرے:

سوال: ایک شخص دوسری رکعت میں امام کے ساتھ ملا، امام نے سلام پھیرا تو اس نے بھی پھیر دیا، بعد میں یاد آیا تو اب باقی رکعت پڑھ سکتا ہے، یا نہیں؟

الجواب

مسبوق نے اگر سہواً امام کے ساتھ سلام پھیر دیا، خواہ ایک طرف، یا دونوں طرف، اس طرح کہ مسبوق کا سلام امام کے سلام کے کچھ بعد واقع ہوا، جیسا کہ عادت ہے تو مسبوق اٹھ کر اپنی باقی رکعات پوری کرسکتا ہے، نماز اس کی فاسد نہیں ہوئی۔

وإن سلم (أی المسبوق) بعده (أی بعد الإمام) لزمه (سجود السهو) لكونه منفرداً حينئذ، بحر. (ردالمحتار)(۱) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۹۸/۳)

مسبوق امام کے ساتھ بھول سے سلام پھیر دے، یاد آنے پر کھڑا ہوجائے، سجدہ سہو ہے، یا نہیں:

سوال: امام کے ساتھ مسبوق نے سلام پھیر دیا، پھر اسے یاد آیا کہ تیرے ذمہ ایک رکعت ہے، کھڑا ہوگیا تو اس صورت میں مسبوق کے ذمہ سجدہ سہو ہے، یا نہیں؟

الجواب

سجدۂ سہو اس صورت میں مسبوق پر لازم ہے۔

فی الدرالمختار: ولوسلم ساهياً إن بعد إمامه لزمه السهو وإلا لا،إلخ.(الدرالمختار)

(قوله وإلا لا): أی وإن سلم معه أوقبله لايلزمه لأنه مقتدٍ فی هاتين الحالتين (إلٰی أن قال)قلت: يشير إلٰی أن الغالب لزوم السجود؛ لأن الأغلب عدم المعية،إلخ. (رد المحتار: ۴۰۲/۱) (۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳۸۰/۳)

(۱) ردالمحتار،باب سجود السهو: ۶۹۶/۱،ظفير

(۲) ردالمحتار،باب الإمامة،مطلب فی أحكام المسبوق: ۵۶۰/۱، ظفير

امام کے ساتھ جماعت میں کب تک شریک ہوسکتا ہے:

سوال: ایک شخص نے بحوالہ حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب مرحوم بیان کیا کہ مولوی صاحب ممدوح فرماتے تھے کہ اگر امام کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنے سے پیشتر مقتدی اقتدا امام کی کرے تو اقتدا درست ہے، آیا یہ مسئلہ آپ کی تحقیق میں درست ہے، یا نہیں؟

الجواب

جواب مولوی احمد علی صاحب مرحوم کا درست ہے، خروج عن الصلوٰۃ ''السلام'' کی میم کہنے پر ہوتا ہے، نہ قبل تلفظ میم۔(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم (تالیفات رشیدیہ: ۳۰۰)

امام کے ایک سلام کے بعد اقتدا کا حکم:

سوال: زید بعد یک سلام امام کے شریک ہوا تو باقی نماز کے واسطے کب کھڑا ہوکر شروع کرے اور بعد لفظ سلام کے شرکت جماعت کی جائز ہے، یا نہیں؟

الجواب

صورت مسئولہ میں شرکت امام کے ساتھ صحیح نہیں ہوئی، پس تحریمہ از سرنو کہہ کر اپنی نماز تنہا پوری کرے، تحریمہ اولیٰ باطل ہوگیا؛ کیوں کہ اقتدا موضع انفراد میں مفسد نماز ہے اور یہ موضع انفراد کا تھا۔

كما في الدر المختار في واجبات الصلاة: وتنقضي قدوة بالأول قبل عليكم على المشهور عند ناوعليه الشافعية.(۱)والله أعلم

۳؍جمادی الثانی ۱۳۰۵ھ (امداد، صفحہ: ۲۱؍جلد: ۱؍وصفحہ: ۱۰۲؍ج: ۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۳۴۹-۳۵۰)

حکم اقتداء مسبوق بوقت سلام امام:

سوال: اگر مسبوق نمازی جماعت میں ایسے وقت آکے ملے کہ وہ امام کے سلام پھیرنے سے پہلے صرف نیت ہی باندھنے پایا، یا قعدہ میں ملنے کے لئے کچھ تھوڑی ہی جھکا تھا، مگر قعدہ نہ مل سکا اور امام نے سلام پھیر دیا تو یہ فرمائیے کہ وہ مسبوق نمازی جماعت میں شامل ہوا، یا نہیں؟ اگر جماعت میں شامل ہوا نہیں تو اسی نیت سے اپنی نماز فرداً پوری کرے، یا پھر سے علاحدہ نماز کی نیت کرے؟

(۱-۲)　الدر المختار مع رد المحتار، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/٤٦٨، انيس

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

قال فی الدرالمختار: لوکبرقائماً فرکع ولم یقف صح؛لأن ما أتی به إلٰی أن یبلغ الرکوع یکفیه،قنیة. (۱/۴۶۳)(۱)

وفی الشرنبلالیة: والثانی من شروط صحة التحریمة الإتیان بالتحریمة قائمًا أومنحنیا قلیلاً قبل وجود انحنائه بما هوأقرب للرکوع،قال فی البرهان: لوأدرک الإمام راکعًا فحنی ظهره ثم کبرإن کان إلی القیام أقرب صح الشروع ولوأراد به تکبیرالرکوع وتلغونیته؛لأن مدرک الإمام فی الرکوع لایحتاج إلٰی تکبیرمرتین خلافًا لبعضهم وإن کان إلی الرکوع أقرب لایصح التحریمة،آه. (ص:۱۲۷)(۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تکبیر تحریمہ کے لیے بقدر اللہ اکبر قیام کافی ہے، زیادہ کی ضرورت اس وقت ہے، جب کہ مصلی پر تحریمہ کے بعد قیام بھی فرض ہو، صرف صحت تحریمہ کے لیے ادراک رکوع وغیرہ میں قیام زائد علی قدر اللہ اکبر لازم نہیں، پس اگر سلام امام سے پہلے نیت صلوٰۃ کے بعد اللہ اکبر کہہ لے تو اقتدا صحیح ہوگئی، گو جھکنے بھی نہ پایا ہو، بیٹھنے بھی نہ پایا ہو اور اللہ اکبر کے بعد وقفہ بھی نہ ہوا ہو۔ واللہ اعلم

۲۲؍صفر ۱۳۴۶ھ (امدادالاحکام:۲/۱۶۳-۱۶۴)

مسبوق کے تکبیر تحریمہ کہہ کر بیٹھنے سے قبل امام نے سلام پھیر دیا:

سوال: اگر کوئی شخص مسجد میں آ کر وضو کر کے امام کے ساتھ شریک ہونا چاہتا تھا اور امام صاحب قعدۂ اخیرہ میں تھے، جب وہ شخص آیا اور نیت ابھی باندھ ہی چکا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو آیا اب یہ نیت توڑ کر دوبارہ تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز پڑھے گا، یا اسی پہلی تکبیر تحریمہ ہی پر نماز کی بناء کرے گا اور یہ شخص قعدہ میں امام کے ساتھ شریک نہ ہو سکا تھا؟

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــ وباللّٰه التوفیق

حرم صلوٰۃ میں داخلہ تکبیر تحریمہ سے ہوتا ہے۔

لقوله علیه السلام:" تحریمها التکبیر وتحلیلها التسلیم"أوکما قال علیه السلام. (۳)

---

(۱) کتاب الصلاة،باب صفة الصلاة،فرائض صلاة،انیس

(۲) حاشیة الطحطاوی علٰی مراقی الفلاح،باب شروط الصلاة: ۱/۲۱۸،انیس

(۳) السنن للترمذی: ۱/۳۲۔

یہ روایت سنن الدارقطنی میں اس طرح ہے: الوضوء مفتاح الصلاة والتکبیرتحریمها،والتسلیم تحلیلها وفی کل رکعتین فَسَلِّمْ.(باب صلاة الإمام وهو جنب أومحدث:۲/۱۹۰،رقم الحدیث:۱۳۷۷،انیس)

وکما قال فی شرح التنویر: قال فی الحلیة عند قول المنیة: ولا دخول فی الصلوٰة إلا بتکبیرة الافتتاح. (ردالمحتار: ۱/۴٤۷)(۱)

جب اس نے تحریمہ نماز اللہ اکبر کہہ کر باندھ لیا تو حرم صلوٰۃ میں داخل ہوگیا اور اس کا تحریمہ منعقد ہوگیا اور اس کو بحکم، "**لا تبطلوا أعمالکم**" باطل نہ کرے اور نہ توڑے اور اسی پر اپنی نماز پوری کرے۔

گفتگو جو کچھ ہے، صحت اقتدا میں ہے، صحت اقتدا کے لیے من جملہ اور شرائط کے مشارکۃ فی الرکن بھی ہے۔ درمختار باب الامامۃ میں شرائطِ اقتدا گناتے ہوئے کہتے ہیں:

"**ومشارکته فی الأرکان**". (۲)

اور یہ مسلم ہے کہ تحریمہ یا تکبیر تحریمہ رکن صلوٰۃ نہیں ہے؛ بلکہ صرف شرط ہے، محض اتصال بالارکان کی وجہ سے تمام شرائط وارکان ملحوظ ہوتے ہیں، پس محض تحریمہ باندھنے سے ابھی مشارکۃ رکن متحقق نہیں ہوئی تھی کہ امام نے سلام پھیر دیا تو صحتِ اقتدا کی شرائط کہاں پائی گئیں کہ صحت اقتدا کا حکم بھی ہوجائے اور رکن سے مراد رکن اصلی ہے، چناں چہ اسی متن کے تحت علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

"**أی فی أصل فعلها أعم من أن یاتی بها معه أو بعده لا قبله إلا إذا أدرکه إمامه فیها (إلیٰ قوله) فیصح لوجود المتابعة التی هی حقیقة الاقتداء**". (۳)

پھر دوسری جگہ مطلب "**مهم فی تحقیق متابعة الامام**" کے تحت فرماتے ہیں:

"**قال فی شرح المنیة: لاخلاف فی لزوم المتابعة فی الأرکان الفعلیة إذهي موضوع الاقتداء**" **إلخ**. (ردالمحتار: ۱/۲۱٦)(۴)

پھر طویل ونفیس بحث کے بعد فرماتے ہیں:

"**والحاصل أن المتابعة فی ذاتها ثلثة أنواع: مقارنة لفعل الإمام مثل أن یقارن إحرامه لإحرام إمامه لرکوعه وسلامه لسلامه، ... ومعاقبة لإبتداء فعل إمامه مع المشارکة فی باقیة، ومتراخیة عنه، فمطلق المتابعة الشامل لهٰذه الأنواع الثلاثة یکون فرضاً في الفرض وواجباً في الواجب، و سنة فی السنة عند عدم المعارض أوعدم لزوم المخالفة**". (ردالمحتار: ۱/۳۱۷)(۵)

(۱)　کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، فصل فی بیان تالیف الصلاۃ، انیس

(۲)　الدر المختار مع ردالمحتار: ۱/۳۷۰، باب الإمامة

(۳)　ردالمحتار: ۱/۲۷۰، باب الإمامة (مطلب شروط الإمامة الکبریٰ، انیس)

(۴-۵)　کتاب الصلاۃ، باب صفة الصلاۃ، واجبات الصلاۃ، مطلب مهم فی تحقیق متابعة الإمام، انیس

اور جہاں جہاں مشارکۃ فی الارکان کی مثال دیتے ہیں، قیام کو چھوڑ کر رکوع کی مثال دیتے ہیں؛ اس لیے کہ رکوع رکنِ اصلی اور لازم ہے اور قیام ویسا نہیں ہے، چنانچہ نوافل بعذر میں قیام ساقط ہو جاتا ہے اور بغیر عذر بھی بیٹھ کر پڑھ لینے کی اجازت ہے، بخلاف اور ارکان (رکوع، سجود، قعود) کے؛ اس لیے محض قیام کی مشارکۃ کو شرائط انعقادِ اقتداء میں کافی نہیں سمجھا گیا ہے اور اس وجہ سے جمہور علما کے نزدیک (جو محض سلام اول سے خروج مانتے ہیں) اگر کوئی شخص السلام کے بعد ''علیکم'' سے قبل بھی امام کو پائے تو اقتدا صحیح نہیں ہوتی اور صلوٰۃ امام کو پانے والا نہیں مانتے۔

بعض علما کے نزدیک (جو دونوں سلام سے خروج عن الصلوٰۃ مانتے ہیں) اگر کوئی سلام اول کے بعد سلام ثانی سے قبل امام کو پائے؛ یعنی قعدہ میں بیٹھ جانے سے امام کو پانے والا مان لیتے ہیں، **كما أشار إليه لفظ أدركه في عبارته.** (وكمافى الطحطاوى: ۱۳۷-۱۳۸)

(قوله: مرتين، إلخ) هو الأصح وقيل: الثانية سنة، كما في الفتح، ثم الخروج من الصلاة بسلام واحد عند العامة وقيل: بهما، كما في مجمع الأنهر، فلو اقتدىٰ به بعد لفظ السلام الأول قبل عليكم لايصح عند العامة وقيل: إن أدركه بعد التسليمة الأولىٰ قبل الثانية فقد أدرك معه الصلاة، إلخ. (۱)

اور یہیں یعنی ''قبل الثانیۃ'' کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب سلام ثانی بھی پھیر دے اور کوئی امام کو پائے تو کسی کے نزدیک اقتدا صحیح نہیں ہوگی اور یہاں یہی صورت ہے، جیسا کہ سوال کی خط کشیدہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذا صورت مسئولہ میں کسی کے نزدیک اقتدا صحیح نہیں ہوگی، بخلاف اس کے کہ اگر کوئی شخص امام کے سلام اول کے علیکم کے میم کہنے سے قبل امام کو پا گیا، خواہ قعدہ میں نفس قعود ہی کر لیا تو بھی امام کو پا گیا اور اقتدا بالاتفاق سب علما کے نزدیک صحیح ہوگی۔

اور ثمرۂ اختلاف یہ نکلے گا کہ اختلافی صورتوں میں اگر کوئی شخص بناء کرے اور اقتدا کے طور پر نماز پڑھ لے تو وجوب اعادہ کا حکم نہ ہوگا، مگر عباداتِ مفروضہ کا یہ معاملہ ہے؛ اس لیے احتیاط اولیٰ ہے تا کہ ادائیگی فرض بالقطع والیقین ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد نظام الدین اعظمی، مفتی دارالعلوم دیوبند سہارنپور، الجواب صحیح: سید احمد علی سعید مفتی دارالعلوم دیوبند

(منتخبات نظام الفتاویٰ: ۱/۳۱۳-۳۱۵)

امام کے ''السلام'' کہہ دینے کے بعد اقتدا درست نہیں ہے:

سوال: امام کے پہلے سلام پھیرنے پر، ایک شخص ''**السلام**'' کے ختم پر، اور دوسرا ''**السلام علیکم**'' کے ختم پر،

(۱) حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح، فصل فى بيان واجب الصلاة، انيس

اور تیسرا "السلام علیکم ورحمة الله" پر اپنی "الله أكبر" کہہ کر شامل ہوتو ان کو جماعت کا ثواب ملا، یا نہیں؟ اور یہ شخص جماعت میں شریک ہوا، یا نہیں؟

الجواب

درمختار میں ہے:

وتنقضی قدوةً بالأول قبل عليكم، إلخ. (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امام نے جب لفظ "السلام" کہہ دیا، اس کے بعد اقتدا درست نہیں ہے اور وہ شخص شامل امام کے نہیں ہوا، اپنی نماز علاحدہ پڑھے اور تحریمہ علاحدہ کہہ کر نماز شروع کرے، اپنے آپ کو مقتدی امام کا نہ سمجھے۔ (۲) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند: ۳۸۳/۳)

پانچویں رکعت کے لیے کھڑے ہونے میں امام کی اقتدا نہ کرنے کا حکم:

سوال: اگر کوئی شخص جماعت میں امام کے پیچھے دوسری تیسری چوتھی رکعت میں آ کر ملا تھا اور امام کو اتفاقاً چار رکعت پوری ہونے کے بعد سہو ہوگیا اور پانچویں رکعت کے لیے کھڑا ہوگیا اور مقتدیوں کو بھی یاد نہ آیا، کسی نے لقمہ نہ دیا اور سب کھڑے ہوگئے، اب اس امام کے یاد آنے تک، وہ شخص جو بعد میں کسی رکعت میں آ کر ملا تھا، اس امام کی متابعت کرے، یا اپنی پوری رکعتیں کر کے فارغ ہو؟

الجواب

فی الدر المختار باب سجود السهو (۸۷/۲): (وإن قعد فی الرابعة) مثلا قدر التشهد (ثم قام عاد وسلم) ولو سلم قائمًا صح، ثم الأصح أن القوم ينتظرونه، فإن عاد تبعوه (وإن سجد للخامسة سلموا) لأنه تم فرضه، إذ لم يبق عليه إلا السلام، آه.

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر امام رابعہ پر بیٹھ کر کھڑا ہوا ہے تو مسبوق منتظر رہے، اگر وہ لوٹ آوے تو اس کے ساتھ سلام تک رہے، ورنہ اپنی نماز پوری کر لے اور اگر وہ رابعہ پر نہیں بیٹھا تو بھی انتظار کرے، اگر قبل سجدۂ خامسہ کے لوٹ آوے تو بھی سلام تک رہے اور اگر نہ لوٹا تو سب کی نماز باطل ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۹/صفر ۱۳۲۴ھ (امداد، صفحہ: ۶۹/ج: ۱) (امداد الفتاویٰ جدید: ۳۶۱/۱-۳۶۲)

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار، مطلب واجبات الصلوٰة: ۴۳۶/۱۔

(۲) قوله (وتنقضی قدوةً بالأول) أی بالسلام الأول، قال فی التجنيس: الإمام إذا فرغ من صلوٰته فلما قال السلام جاء رجل واقتدی به قبل أن يقول عليكم لا يصير داخلاً فی صلاته؛ لأن هذا سلام. (رد المحتار، مطلب واجبات الصلوٰة: ۴۳۶/۱، ظفير)

مسبوق زائد رکعت میں اقتدا کرے تو اس کی نماز باطل ہے:

سوال: نماز مغرب میں کوئی شخص قعدۂ اخیرہ میں شامل ہوا اور اس کو یہ علم ہوگیا کہ یہ قعدۂ اخیرہ ہے، مگر امام کو سہو ہوگیا کہ شاید یہ قعدۂ اولیٰ ہے، امام اس خیال سے اپنی نماز پوری کرنے کے لیے کھڑا ہوگیا، امام نے سجدۂ سہو بھی کیا، چوں کہ آخری رکعت تھی، امام کی زائد رکعت، یا نفل رکعت تھی، اب وہ شخص کہ جو جماعت میں قعدۂ اخیرہ میں شامل ہوا تھا، اس نے ایک رکعت جماعت کے ساتھ پڑھی ...... اب وہ شخص تین رکعت ادا کرے، یا دو رکعت؟ اگر تین رکعت ادا کرنے کا حکم ہو تو اس کی شرح کردی جاوے کہ کس رکعت میں قعدہ کیا جاوے اور کس رکعت میں نہیں؟ اور اگر کوئی شخص اس زائد رکعت میں شامل ہوا، جس کو یہ علم نہ تھا کہ کونسی رکعت ہے، اس کے واسطے اس نماز میں کیا حکم ہے؟

الجواب

اگر وہ مسبوق اس زائد رکعت میں، جو کہ نفل تھی، اپنے امام کے تابع رہا تو اس کی نماز فاسد ہوگئی، اس کو توڑ کر از سرنو نماز پڑھے۔

ولو قام إمامه فی الخامسة فتابعه إن بعد القعود تفسد،إلخ. (الدر المختار)(۲)

اور اس زائد نفل رکعت میں جو شخص شامل ہوگا، اس کے بھی فرض نہ ہوں گے، وہ پھر نماز پڑھے۔ فقط

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/۳۸۱-۳۸۲) ☆

(۲) الدر المختار علی هامش رد المحتار، کتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق إلخ: ۱/۵٦۰، قبیل باب الاستخلاف، ظفیر

☆ **امام چار رکعت پڑھ کر پانچویں کے لیے اٹھ گیا تو مقتدی کیا کریں:**

سوال: ظہر، یا عصر کی نماز میں امام کو سہو ہوا اور وہ چار رکعت پڑھ کر پانچویں کے لئے کھڑا ہوگیا اور مقتدیوں کو یاد ہے کہ یہ چوتھی رکعت ہے تو وہ بیٹھے رہیں، یا امام کی اقتدا میں وہ بھی کھڑے ہو جائیں؟

(المستفتی: مولوی محمد رفیق صاحب دہلوی)

الجواب

مقتدیوں کو چاہیے کہ وہ سبحان اللہ کہہ کر امام کو متنبہ کریں؛ تاکہ وہ بھی بیٹھ جائے اور اگر باوجود تنبیہ کے وہ نہ بیٹھے تو پھر مقتدی بھی کھڑے ہو جائیں۔ ممکن ہے کہ امام سجدۂ سہو کر کے نماز پوری کرے اور سب کی نماز ہو جائے، یہ جب کہ آخری قعدہ کر کے کھڑا ہوا ہو۔ **(وإن قعد فی الرابعة مثلا قدر التشهد ثم قام عاد وسلم) ولو سلم قائمًا صح، ثم الأصح أن القوم ینتظرونه فإن عاد تبعوه، الخ. (الدر المختار: باب سجود السهو: ۲/۸۷، ط: سعید)**

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی (کفایت المفتی: ۳/۱۳۹)

امام اگر چار رکعت کے بعد سہوا کھڑا ہو جائے تو کیا مسبوق اس کی اقتدا کرے:

سوال: چار رکعت والی نماز میں اگر امام قعدہ اخیرہ کر کے سہوا کھڑا ہو جائے او ر دو رکعت اور منضم کر لے تو ان دو رکعت میں مسبوق اس امام کی اقتدا کر سکتا ہے، یا نہیں؟ اور درصورت جواز یہ دو رکعت مسبوق کے.....حق میں کیا ہوگی؟

الجواب

قعدۂ اخیرہ کے بعد اگر امام سہوا کھڑا ہو جائے تو مسبوق کو اس زائد نماز میں اقتدا جائز نہیں، اگر اقتدا کرے گا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

قال فی الدر: ولو قام إمامه لخامسة فتابعه أن بعد القعود تفسد وإلا لا آه قال الشامی قوله: (تفسد)أی صلوٰة المسبوق؛لأنه اقتداء فی موضع الإنفراد، آه.(۱/۶۲۶)(۱)والله أعلم

۴/ذی الحجہ ۱۳۴۱ھ (امداد الاحکام: ۲/۱۶۲)

پانچویں رکعت کے لئے کھڑا نہ ہونے اور علاحدہ اپنی نماز پوری کر لینے والوں کی نماز کا حکم:

سوال: مسبوق کا امام قاعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر سہو سے پانچوں رکعت کو کھڑا ہو گیا، مسبوق بعد کھڑے ہو جانے کے امام اپنی بقیہ نماز امام سے علاحدہ ہو کر پڑھنی شروع کر دے اور امام نے ابھی تک پانچویں رکعت کا سجدہ بھی نہ کیا تھا؛ مگر امام پانچویں رکعت کا رکوع کر چکا تھا اور اس مسبوق نے اپنی بقیہ نماز کی امام سے علاحدہ ہو کر مع رکوع سجدہ کے ایک رکعت پوری کر لی اور امام کو پانچویں رکعت کا رکوع کرنے کے بعد پانچویں رکعت میں ہونا یاد آیا اور امام سجدۂ سہو کی طرف لوٹا تو یہ مسبوق ایک رکعت علاحدہ پڑھنے کے بعد سجدۂ سہو میں امام کا شریک ہووے، یا نہیں؟ اور اگر شریک ہو گیا ہو تو اس مسبوق کی نماز فاسد ہوگی، یا نہیں؟ اور اگر شریک نہ ہوا تو یہ مسبوق اپنی بقیہ نماز پوری کر کے قعدۂ اخیرہ میں سجدۂ سہو کرے، یا نہیں؟ اور اگر شریک نہ ہوا اور سجدۂ سہو بھی نہ کیا تو مسبوق کی نماز فاسد ہو جاوے گی، یا نہیں؟ مفصل تحریر فرمائیے گا۔

الجواب

قال فی الخلاصة: الإمام إذا قام إلی الخامسة وتابعه المسبوق إن کان قعد الإمام علی الرابعة تفسد صلوٰة المسبوق وإن لم یکن قعد لاتفسد حتٰی یقید الخامسة بالسجدة فإن قید فسدت صلوٰة الکل، آه.(۱/۱۶۴)

وفی الدرالمختار: ولو قام إمامه لخامسة فتابعه، ان بعد القعود تفسد وإلّا لا. آه

(۱) کتاب الصلاة ،باب الإمامة،مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک واللاحق،انیس

قال الشامی:(قوله:تفسد)أی صلاۃ المسبوق؛لأنه اقتداء فی موضع الانفراد ولأن اقتداء المسبوق بغیره مفسد،کمامر،(وقوله: وإلاّلا) لأن ماقام إلیه الإمام علی شرف الرفض ولعدم تمام الصلاۃ،آہ.(۶۲۶/۱)(۱)

اس سے معلوم ہوا کہ امام اگر قعدہ اخیرہ میں تشہّد پڑھ کر پانچویں رکعت کی طرف کھڑا ہوجائے تو اب اس مسبوق کو اس کا اتباع نہ کرنا چاہیے؛ بلکہ اس سے علاحدہ ہوکر اپنی نماز پوری کرلینا چاہیے اور اگر اس نے پانچویں رکعت میں امام کی موافقت کی تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی اور عدم موافقت کی صورت میں مسبوق پر سجدۂ سہو لازم نہ آئے گا؛ کیوں کہ امام پر یہ سہو ایسی حالت میں لازم آیا ہے، جب کہ مسبوق منفرد ہو چکا ہے، اور اگر امام خامسہ کے سجدہ سے پہلے سجدۂ سہو کی طرف لوٹ آئے، جب بھی مسبوق اس کی موافقت نہ کرے؛ بلکہ اگر موافقت کرے گا، نماز فاسد ہوجائے گی۔

۵/شوال ۱۳۴۷ھ (امداد الاحکام:۱۶۴/۲-۱۶۵)

مغرب کی نماز امام نے چار رکعت پڑھادی تو نماز ہوئی یا نہیں؟ مسبوق ومقتدی کیا کریں:

سوال: امام نے مغرب کی نماز قاعدہ کے موافق تین رکعت پوری کر کے چوتھی رکعت سہواً اور پڑھادی، بعد سلام کے مقتدیوں نے یاددلایا کہ چار رکعت ہوئی ہیں، امام نے یہ سن کر دوبارہ پھر نماز پڑھادی، سو یہ نماز یقیناً ادا ہوگئی ہوگی، اب اس میں دو بات اور قابل تحقیق ہیں:

(۱) پہلی نماز میں جو لوگ دوسری، یا تیسری، یا چوتھی رکعت میں آکر شریک ہوئے تھے، وہ بھی اس اعادہ میں شریک ہوسکتے ہیں، یا نہیں؟

(۲) جو لوگ اس اعادہ والی نماز میں از سرِ نو شریک ہوئے ہیں، ان کی نماز بھی ہوجاوے گی، یا نہیں؟

الجواب

اس کے متعلق جزئیہ تو نہیں ملا؛ لیکن قواعد سے اختلاف معلوم ہوتا ہے: کیوں کہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ امام کی نماز مقتدی کی نماز سے ادون ہونے کی صورت میں اقتدا صحیح نہیں اور صورت (۲) مذکورہ فی السوال میں اعادہ کیا جاوے تو اس میں یہ اختلاف ہے کہ دوسری نماز، یا فرض واقع ہوگی، یا نماز اول کے لئے جابر ہوگی؛ اس لیے اعادۂ مذکورہ کے وقت کسی نئے آدمی کی اقتدا میں اختلاف ہوگا اور چوں کہ مختار قول ثانی ہے، (کماصرح فی الدر مع شرحہ،ص:۴۷۶،ج:۱) اس لیے اقتدا نہ کرنا مختار ہوگا اور جس شخص نے چوتھی رکعت میں اقتدا کی ہے، چوں کہ اس کی اقتدا صحیح نہیں ہوئی۔

---

(۱) کتاب الصلاۃ،باب الإمامۃ،مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک اللاحق،انیس

(۲) یعنی جب کوئی واجب ترک ہوا ہو۔منہ

کمافی ردالمحتار (۷۸۲/۱) تتمة: لو اقتدیٰ به مفترض فی قیام الخامسة بعد القعود قدر التشهد لم یصح ولو عاد إلی القعدة،آه.(۱)

اس لئے وہ اس شخص کے مانند ہے، جو پہلی نماز میں بالکل شامل نہیں ہوا اور دوسری تیسری رکعت میں شامل ہونے والوں نے اگر اپنی وہ رکعت جس میں یہ مسبوق ہیں ادا کر لی ہے،تب تو جماعت ثانیہ میں شریک ہو جاویں اور اگر دوسری جماعت کی تیاری سن کر انہوں نے نماز توڑ دی ہے تو وہ بھی نئے اشخاص کے حکم میں ہوں گے،کما لا یخفی ۔واللہ اعلم

کتبہ الاحقر عبدالکریم عفی اللہ عنہ۔الجواب صحیح:ظفر احمد عفاعنہ(امدادالاحکام:۱۶۲/۲۔۱۶۳)

سجدۂ سہو لازم نہ ہونے کے باوجود امام کے ساتھ مسبوق سجدۂ سہو کر لے تو کیا حکم ہے؟

جس پر سجدۂ سہو لازم نہ ہو اور وہ لازم سمجھ کر سہو کرے تو نماز ادا ہو جائے گی، یا نہیں:

سوال: نمازی نے مغرب کی نماز فرض میں تیسری رکعت میں ''الحمد'' کے بعد سہو سے ''قل هو الله'' کی سورۂ تمام، یا اور کوئی سورۃ پڑھ لی اور لاعلمی سے یہ سمجھا کہ تیسری رکعت فرض میں سورت ملانے سے سجدۂ سہو لازم ہو گیا اور قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے پھر تشہد اور درود و دعاء ماثورہ پڑھ کر نماز کو ختم کر دیا، چوں کہ فرض نماز کی تیسری رکعت میں سورت ملانے سے سجدۂ سہو لازم نہیں ہوتا اور اس نے بغیر سجدۂ سہو لازم ہونے کے نماز میں سجدۂ سہو کیا تو اس کی نماز درست ہوئی، یا نہیں؟ اور اگر درست ہوئی تو کیسی ہوئی،مکروہ تحریمی ہوئی، یا تنزیہی ہوئی اور اس نماز کا اعادہ لازم ہے، یا نہیں؟ یا اعادہ بہتر ہے، تحریر فرمائیے گا؟

الجواب

قال فی الخلاصة: إذا ظن الإمام أن علیه السهو فسجد للسهو وتابعه المسبوق فی ذلک ثم علم أن الإمام لم یکن علیه سهو فیه روایتان: أشهرهما أن صلاة المسبوق تفسد وقال الإمام أبو حفص الکبیر: لاتفسد والصدر الشهید أخذبه فی واقعاته وإن لم یعلم الإمام أن لیس علیه سهو لم یفسد صلاة المسبوق عندهم جمیعا،آه.(۱۶٤/۱)

وفی ردالمحتار عن الفیض: قیل لاتفسد وبه یفتی وعن البحر قال الفقیه أبو اللیث: فی زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل فی القراء غالب والله أعلم.(۶۲٦/۱)(۲)

(۱) باب سجود السهو،انیس

(۲) ردالمحتار،کتاب الصلاة، باب الإمامة، قبیل باب الاستخلاف/ البحر الرائق شرح کنز الدقائق،کتاب الصلاة، باب استخلاف المسبوق فی الصلاة: ٤٠١/١،دار الکتاب الإسلامی بیروت،انیس

اس سے معلوم ہوا کہ امام اگر یہ سمجھ کر سجدہ کرے کہ میرے اوپر سجدۂ سہو ہے، پھر بعد میں معلوم ہوا کہ سجدۂ سہو نہ تھا، تو امام کی اور مدرکین کی نماز تو صحیح ہو جائے گی، البتہ مسبوق کی نماز میں اختلاف ہے کہ مسبوق کی نماز صحیح ہوگی، یا نہیں؟ مشہور روایت یہ ہے کہ فاسد ہو جائے گی اور ایک روایت یہ ہے کہ اس کی بھی صحیح ہے۔

پس مسبوق کے لئے احوط اعادہ ہے اور گنجائش اس کی بھی ہے کہ اعادہ نہ کرے؛ کیوں کہ فتویٰ اس پر ہے کہ مسبوق کی نماز بھی صحیح ہے۔

۵/شوال ۱۳۴۷ھ (امدادالاحکام:۱۷۶/۲)

مسبوق کی نماز کا حکم جب کہ امام کے ساتھ سجدۂ سہو کرے، جب کہ امام پر سجدۂ سہو واجب نہ تھا:

سوال: فرض نماز میں اگر امام نے سجدۂ سہو کیا اور پھر معلوم ہوا کہ جس صورت میں سجدۂ سہو کیا ہے، اس میں سجدۂ سہو واجب نہیں تھا؛ یعنی کوئی واجب ترک نہیں ہوا تھا تو اس صورت میں جو ایسے مقتدی ہیں، جن کی کوئی رکعت جماعت سے جاتی رہی ہے، مثلا: ایک، یا دو رکعت ہونے کے بعد شریک جماعت ہوئے ہیں اور امام کے ساتھ انہوں نے بھی سجدۂ سہو کیا ہے تو ان کی نماز میں کچھ نقص تو نہ ہوگا؟

الجواب

اس میں دو روایتیں ہیں:

ایک روایت میں مسبوق کی نماز فاسد ہے اور دوسری میں فاسد نہیں، **كمافي الخلاصة:** (۱۶۳/۱) اور عموم بلویٰ کی وجہ سے میں دوسری صورت میں فتویٰ دیتا ہوں۔

۲/جمادی الثانیہ ۱۳۴۴ھ (امدادالاحکام:۱۶۲/۲)

مسبوق سجدۂ سہو واجب نہ ہونے کے سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرے:

سوال (۱) میں نے ایک مرتبہ جناب سے سجدۂ سہو کے متعلق دریافت کیا تھا، اگر بلاضرورت سجدۂ سہو کر لیا جاوے تو کیا نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے، چناں چہ جناب حسب ذیل فتویٰ صادر فرمایا؟

نقل فتویٰ: اگر مصلی سجدۂ سہو کی ضرورت سمجھ کر سجدۂ سہو کرے اور بعد میں معلوم ہو کہ سجدۂ سہو کی ضرورت نہ تھی تو اس صورت میں نماز کا اعادہ واجب نہیں۔ الامداد کی عبارت میں دیکھوں تو اس کو حل کر سکتا ہوں۔

قال في حاشية نور الايضاح: ولو تابع المسبوق إمامه في سجود السهو فتبين أنه لاسهو عليه فصلاة المسبوق جائزة عند المتأخرين وعليه الفتوىٰ، آه. (ص:۱۹۷)

قلت: وهٰذا فرع لصحة صلاة الإمام فإن صلاة المسبوق تفسد بفساد صلاة إمامه، كمالا يخفى، الامداد کی عبارت حسب ذیل غور فرمائے۔

(الامداد، بابت ماہ رجب ۱۳۳۳ھ، ص:۱۹)

(۲) اگر اخریین میں کسی نے ضم سورۃ سہوا کیا اور اس نے سجدۂ سہو اس کو موجب سہو سمجھ کر کرلیا تو نماز ہو جائے گی، یا نہیں، آیا سجدہ بے ضرورت کو زیادت فی الرکن قرار دے کر اعادۂ صلوٰۃ لازم قرار دیں گے، یا نہیں؟

الجواب

(۱) فی الدرالمختار فی واجبات الصلاة: ولفظ السلام مرتين فالثاني واجب.

وفيه قبيل باب الاستخلاف: ولو ظن الإمام السهو فسجد له فتابعه (أى المسبوق) فبان أن لا سهو فالأشبه الفساد لاقتداء ه فی موضع الانفراد.

وفى ردالمحتار: وفى الفيض: وقيل لاتفسد وبه يفتى وفى البحر عن الظهيرية: قال الفقيه أبو الليث: فى زماننا لاتفسد؛ لأن الجهل فى القرّاء غالب، آه. (۱)

وفى الخلاصة: إذا ظن الإمام أن عليه سهوًا فسجد للسهو وتابعه المسبوق فى ذلك ثم علم أن الإمام لم يكن عليه سهوا، فيه روايتان: اختلف المشايخ لاختلاف الروايتين وأشهرهما أن صلاة المسبوق تفسد وقال الإمام أبوحنفص الكبير: لايفسد والصدر الشهيد أخذبه فى واقعاته، وإن لم يعلم الإمام أن ليس عليه سهو لم يفسد صلاة المسبوق عندهم جميعا. (١٦٣/١-١٦٤)

ان روایات سے امور ذیل مستفاد ہوئے:

(۱) نماز ہو جاوے گی۔

(۲) اگر دونوں طرف سلام پھیرا ہے تو اعادہ واجب نہیں اور ایک طرف سلام پھیرا ہے تو چوں کہ ایک واجب؛ یعنی سلام ثانی ترک کردیا، اعادہ واجب ہوگا۔

(۳) اگر یہ شخص امام ہے تو اس کے ساتھ اگر کوئی مسبوق ہو اور اس نے بھی سجدۂ سہو اور اس کے بعد قعدہ میں اس کا اقتدا کیا، اس مسبوق کی نماز درمختار کے قول پر اور وہی مقتضا قواعد کا بھی ہے، فاسد ہوگئی؛ لیکن اگر اس مسبوق کو اس فضول سہو کا پتہ ہی نہ لگا تو یہ معذور ہے اور میرے نزدیک صاحب فیض اور فقیہ ابو اللیث کے حکم عدم فساد کا محمل اسی کو قرار دیا جاوے تو بہتر ہے کہ جب مسبوق کو پتہ نہ لگے، پس دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاوے گی۔

---

(۱) الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الإمامة، باب الاستخلاف: ۵۹۹/۱، دارالفكر بيروت، انيس

(۲) مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ

جناب کا والا نامہ موصول ہوا تھا، میں سفر میں تھا؛ اس لیے دیر ہوئی، پھر حضرت مولانا سے دریافت کا موقعہ نہ ملا کہ آج آپ کا دوسرا خط موصول ہوا تو میں نے اس کی بابت حضرت مولانا سے عرض کیا، حضرت کے ارشاد کے بعد جو رائے میری قائم ہوئی، وہ یہ ہے کہ الامداد میں قواعد کے موافق جواب دیا گیا ہے اور احقر نے متاخرین کے قول مفتی بہ کے موافق جواب دیا ہے، رہا! سلام کا مسئلہ تو الامداد میں ایک سلام کے بعد نماز کو ختم مانا ہے اور دوسرا سلام گویا فوت ہوا اور میرا یہ خیال ہے کہ ایک سلام کے بعد جب سجدۂ سہو کیا گیا، پھر دونوں طرف سلام پھیرا گیا تو اس سلام سے سلام ثانی کی قضا ہوگئی، گویا کہ سلام ثانی فوت نہیں ہوا؛ بلکہ مؤخر ہوا، رہا یہ کہ اس تاخیر سے سجدۂ سہو دوبارہ لازم ہونا چاہیے، اس کا جواب ظاہر ہے کہ ایک بار سجدۂ سہو تمام سہوات کے لئے کافی ہے۔

بہر حال اس صورت میں اعادۂ صلوٰۃ واجب نہیں، ہذا ما علمۃ واللہ اعلم، دوسرے علما سے بھی تحقیق کرلیں اور جو محقق ہو، اس سے مجھے بھی اطلاع دیں۔ فقط

۱۳؍ رمضان المبارک ۱۳۴۰ھ (امداد الاحکام: ۱۵۸/۲-۱۵۹)

مسبوق سجدۂ سہو کے سلام میں امام کی اقتدا نہ کرے؛ مگر سجدہ کرے:

سوال: مسبوق، بصورت امام کے سجدۂ سہو کرنے کے، امام کے ساتھ سلام پھیرے، یا بغیر سلام پھیرے سجدۂ سہو میں شریک رہے؟

الجواب

مسبوق، امام کے ساتھ سلام نہ پھیرے؛ مگر سجدۂ سہو میں شریک رہے۔

درمختار میں ہے:

والمسبوق يسجد مع إمامه.

قال في الشامي: قيد بالسجود؛ لأنه لايتابعه في السلام بل يسجد معه ويتشهد فإذا سلم الإمام قام إلى القضاء. (۱) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳۷۹/۳)

مقیم نے مسافر کی اقتدا کی تو باقی نماز کس طرح ادا کرے، جب کہ وہ مسبوق ہو:

سوال: مثلاً: نماز ظہر وغیرہ میں مسافر کی مقیم نے اقتدا کی اور فقط قعدہ، یا ایک رکعت کو پایا، اب باقی رکعتوں میں قرأت کا کیا حکم ہے؟ فقط

(۱) رد المحتار، باب سجود السهو: ٦٩٦/١، ظفير

الجواب

فقط قعدہ ملنے کی صورت میں اول رکعت میں قرأت نہ پڑھے اور اخیر رکعتوں میں پڑھے اور رکعت ثانی سے تیسری اور چوتھی بلا قرأت پڑھے، اس واسطے کہ لاحق ہو کر مسبوق ہوا اور لاحق کے ذمہ قرأت نہیں، بخلاف مسبوق کے، چناں چہ درمختار میں واقع ہے:

"ثم صلّٰی مانا م فیه بلا قراء ة ثم ماسبق به بها إن کان مسبوقًا". (۱) **واللّٰه تعالٰی أعلم**

کتبہ سراج الدین فرخ آبادی۔ الجواب صحیح: بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ (تالیفات رشیدیہ: ۲۹۹)

مسبوق اپنی نماز کس طرح پوری کرے، جب کہ امام مسافر ہو:

سوال: مقیم نے ظہر کے وقت مسافر کی اقتدا کی اور اس کو ایک رکعت ملی، مسافر نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا، اب وہ مقیم جو مسبوق ہے، تین رکعت کس طور سے ادا کرے، یعنی ان رکعتوں میں الحمد اور سورة پڑھے، یا کیا؟

الجواب

درمختار و شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص لاحق و مسبوق ہے، پہلی دو رکعت بلا قرأت ادا کرے اور اخیر رکعت قرأت کے ساتھ ادا کرے۔ (۲) فقط (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/ ۳۷۸)

مقیم مقتدی امام مسافر کے پیچھے بقیہ نماز کیسے پوری کریں:

سوال (۱): امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم، اگر مقتدی مذکور امام مذکور کے ساتھ چار رکعت والی نماز میں اول رکعت میں شریک ہوا ہو، تو مقتدی اپنی نماز کس طرح پوری کرے؟

---

(۱) کتاب الصلاة، باب الإمامة، انیس

(۲) واللاحق من فاتته الرکعات کلها أوبعضها لکن بعد اقتدائه بعذ رکغفلة وزحمة و سبق حدث... ومقیم ائتم بمسافر، إلخ، وحکمه کمؤتم إلخ ویبدء بقضاء مافاته عکس المسبوق ثم یتابع إمامه إن أمکنه إدراکه و إلا تابعه ثم صلّٰی ما نام فیه ثم بلا قراء ة ما سبق به إن کان مسبوقاً أیضاً ولوعکس صح وأثم لترک الترتیب. (الدرالمختار)

(قوله: ثم ما سبق به بها)أی ثم صلی اللاحق ما سبق به بقراء ة إن کان مسبوقاً أیضًا، بأن اقتدیٰ فی أثناء صلٰوة الإمام ثم نام مثلاً. وهٰذا بیان للقسم الرابع وهو المسبوق اللاحق، وحکمه أنه یصلی إذا استیقظ مثلاً ما نام فیه ثم یتابع الإمام فیما أدرک ثم یقضی ما فاته...، بیانه: أنه لوسبق برکعة من ذوات الأربع و نام فی رکعتین یصلی أولاً ما نام فیه ثم ما أدرکه مع الإمام ثم ما سبق به فیصلی رکعة مما نام فیه مع الإمام ویقعد متابعةً له؛ لأنها ثانیة إمامه ثم یصلی الأخریٰ مما نام فیه ویقعد؛ لأنها ثانیته ثم یصلی التی انتبه فیها، ویقعد متابعةً لإمامه؛ لأنها رابعة وکل ذلک بغیرقراء ة؛ لأنه مقتدٍ ثم یصلی الرکعة التی سبق بها بقراء ة الفاتحة وسورة، والأصل أن اللاحق یصلی علٰی ترتیب صلٰوة الإمام والمسبوق یقضی ما سبق به بعد فراغ الإمام. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک واللاحق: ۱/ ۵۵۶-۵۵۷، ظفیر)

(۲) اور جو دوسری رکعت میں شریک ہوا ہو تو کس طرح نماز کو پوری کرے؟
(۳) اور جو التحیات میں ملا ہو تو مقتدی اپنی نماز کو کس طرح پڑھے؟

الجواب

(۱) نوٹ: اس کا پہلا جواب مفتی عنایت علی نے لکھا تھا۔
جواب مفتی عنایت الٰہی:
(۱) پہلی صورت میں مقتدی لاحق ہے، امام کے ساتھ نماز تمام کر کے دو رکعتیں باقی ماندہ بلا قرأت پڑھے۔
(۲-۳) آخر کی دونوں صورتوں میں مقتدی مسبوق ہے۔ دوسری صورت میں امام کے سلام کے بعد کھڑے ہو کر پہلی رکعت میں فاتحۃ الکتاب اور سورۃ پڑھے اور باقی دو رکعت میں صرف فاتحۃ الکتاب پڑھے اور تیسری صورت میں مقتدی چاروں رکعت میں مسبوق ہے۔ لہٰذا بعد سلام امام کے، اول کی دو رکعت میں الحمد اور سورت پڑھے اور دوسری رکعت کے اخیر میں صرف الحمد پڑھے۔ فقط

حررہ عنایت الٰہی، واملاہ خلیل احمد

الجواب از حضرت مفتی صاحب دار العلوم دیوبند:
کتب فقہ کی تفصیل کے موافق پہلا جواب صحیح ہے اور دوسرے اور تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں مقتدی لاحق و مسبوق ہے اور حکم ایسے مقتدی کا یہ ہے کہ پہلے دو رکعت بلا قرأت ادا کرے، جس میں لاحق ہے اور پیچھے وہ رکعت ادا کرے، جس میں مسبوق ہے۔ پس دوسری صورت میں پہلے دو رکعت بلا قرأت ادا کرے اور پھر تیسری رکعت قرأت کے ساتھ ادا کرے اور تیسری صورت میں پہلے دو رکعت بلا قرأت ادا کرے اور پھر دو رکعت مع قرأت کے ادا کرے۔

ومقیم ائتم بمسافر (قوله ومقیم): أی فهو لاحق بالنظر للأخیرتین وقد یکون مسبوقاً أیضاً کما إذا فاته أول صلوٰة إمامه المسافر. (ردالمحتار)(۱)

وحکمه کمؤتم فلا یأتی بقراءة، إلخ، ویبدء بقضاء ما فات عکس المسبوق، إلخ، (قوله ثم ماسبق به بها، إلخ) أی ثم صلی اللاحق ماسبق به بقراءة وإن کان مسبوقاً أیضاً، الخ. (ردالمحتار)(۲)

دوسری اور تیسری رکعت میں مقتدی مقیم کو محض مسبوق قرار دینا تصریحات فقہا کے خلاف ہے اور جملہ رکعات بہ قرأت ادا کرنا بھی خلاف ہے، قاعدہ مقررہ فقہا کے۔ (فتاویٰ دار العلوم دیوبند: ۳/ ۳۸۴-۳۸۶)

(۱) رد المحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق، إلخ: ۱/ ۵۵۶، ظفیر
(۲) ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق، إلخ: ۱/ ۵۵۷، ظفیر

مسبوق، امام مسافر کی اقتدا کرے، تو وہ اپنی بقیہ نماز کیسے پوری کرے:

سوال: امام مسافر کے پیچھے مقتدی کو ایک رکعت ملی، یا قعدہ ملا تو بقیہ نماز کس طرح پوری کرے؟

الجواب

وہ مقتدی پہلے دو رکعت خالی پڑھے اور پھر ایک رکعت قرأت کے ساتھ پڑھے؛ یعنی جس کو ایک رکعت ملی ہے، وہ امام کے سلام کے بعد ایک رکعت خالی پڑھ کر قعدہ کرے، پھر اٹھ کر ایک رکعت خالی پڑھے اور اخیر کی رکعت قرأت کے ساتھ پوری کرے؛ کیوں کہ وہ بحکم لاحق مسبوق ہے۔ **وتفصیله فی ردالمحتار.** (۱) **فقط**

(فتاویٰ دارالعلوم دیو بند: ۳۹۴/۳)

امام مسافر کی اقتدا کرنے والا مسبوق، اپنی نماز کیسے پوری کرے:

سوال (۱) امام مسافر ہے، دوسری رکعت کی التحیات میں ایک شخص مقیم شریک نماز ہوا، امام نے اپنی دو رکعت پوری کر کے، سلام پھیر دیا، مقتدی مقیم کو ہر چہار رکعت میں خاموش، بقدر الحمد کھڑا رہ کر، نماز پوری کرنی چاہیے، یا ہر دو رکعت اخیرہ میں صرف اس کو الحمد پڑھنا چاہئے؟

جس کی دو رکعت امام کے ساتھ چھوٹ گئی ہو تو وہ ان میں الحمد وسورت دونوں پڑھے:

(۲) امام مقیم ہے، مقتدی مقیم دو رکعت کے بعد التحیات میں شریک ہوا تو مقتدی کو اپنی باقی ماندہ دو رکعت میں جو امام کی ختم نماز کے بعد پوری کرے گا، الحمد پڑھنی چاہئے، یا بقدر الحمد اس کو چپ کھڑا رہنا چاہئے؟

الجواب

(۱) درمختار اور شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مقتدی مقیم مسبوق بھی ہے اور لاحق بھی ہے۔ پس

---

(۱) ومقیم ائتم بمسافر، وکذا بلا عذر بأن سبق إمامه فی رکوع وسجود فإنه یقضی رکعة وحکمه کمؤتم فلایأتی بقراء ة ولا سهو إلخ ویبدء بقضاء مافاته عکس المسبوق. (الدرالمختار)

وهٰذا بیان للقسم الرابع وهو المسبوق اللاحق وحکمه أنه یصلی إذا استیقظ مثلاً مانام فیه ثم یتابع الإمام فیما أدرک ثم یقضی ما فاته إلخ بیانه کما فی شرح المنیة وشرح المجمع: أنه لو سبق برکعة من ذوات الأربع ونام فی رکعتین یصلی أولاً ما نام فیه ثم ما أدرکه مع الإمام ثم ما سبق به فیصلی رکعة مما نام فیه مع الإمام ویقعد متابعةً له؛ لأنها ثانیة إمامه ثم یصلی الأخریٰ مما نام فیه ویقعد؛ لأنها ثانیته ثم یصلی التی انتبه فیها، ویقعد متابعةً لإمامه؛ لأنها رابعة وکل ذلک بغیر قراء ة؛ لأنه مقتدٍ ثم یصلی الرکعة التی سبق بها بقراء ة الفاتحة وسورة. (رد المحتار، باب الإمامة، مطلب فی أحکام المسبوق والمدرک واللاحق: ۵۵۶/۱-۵۵۷، ظفیر)

پہلی دو رکعت بلا قرأت پڑھے اور بعد میں دو رکعت قرأت سے پڑھے؛ یعنی ان میں الحمد اور سورت دونوں پڑھے۔(۱)

(۲)　الحمد اور سورۃ دونوں پڑھنی چاہئے۔(۲) فقط (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۳/۳۸۷-۳۸۸)

قعدہ میں کسی مقیم کا مسافر امام کی اقتدا کرنا:

سوال:　زید مسافر ہے، عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ پر بیٹھا ہوا تھا، ایک شخص مقیم تشہد میں شریک ہوگیا، اب یہ شخص کونسی رکعتیں پہلے پڑھے گا؟ فاتحہ والی، یا فاتحہ سورت دونوں؟

الجواب

جب کہ کوئی مقیم شخص چار رکعت والی نماز میں امام مسافر کے پیچھے قعدہ میں شریک ہوتو وہ مسبوق بھی ہے اور لاحق بھی اور اس کو چار رکعتیں پڑھنی ہیں، پہلے وہ دو رکعتیں پڑھے، جن میں لاحق ہے؛ یعنی آخر والی، ان میں نہ فاتحہ پڑھے نہ سورت؛ کیوں کہ ان رکعتوں میں وہ حکماً امام کے پیچھے ہے، پھر وہ رکعتیں پڑھے، جن میں مسبوق ہے؛ یعنی پہلی دو رکعتیں، ان میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے۔(۳) واللہ اعلم

محمد کفایت اللہ غفرلہ، مدرسہ امینیہ دہلی (کفایت المفتی:۳/۴۳۳)

امام مسافر نے چار رکعتیں پڑھیں تو مقیم مقتدی کی نماز نہ ہوگی:

سوال:　امام مسافر اگر چار رکعتیں کامل کرلے تو مقتدی جو مسافر نہیں، ان کی نماز اس کے پیچھے صحیح ہوگی، یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

---

(۱)　واللاحق من فاتته ركعات إلخ بعد اقتدائه بعذر إلخ مقيم ائتم بمسافر، إلخ، حكمه كمؤتم فلايأتي بقراءة ويبدء بقضاء مافاته عكس المسبوق ثم يتابع إمامه إن أمكنه إدراكه وإلا تابعه ثم صلّى مانام فيه بلا قراءة ثم ما سبق به بها إن كان مسبوقاً أيضاً. (الدر المختار)

هٰذا بيان للقسم الرابع وهو المسبوق اللاحق، إلخ، ثم يصلي الركعة التي سبق بها بقراءة الفاتحة وسورة. (ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرك اللاحق: ۱/۵۵٦، ظفير)

(۲)　والمسبوق من سبقه الإمام بها أوببعضها وهومنفرد حتّى يثنى و يتعوذ ويقرأ، إلخ، فيما يقضيه، إلخ، أول صلاته في حق قراءة وآخرها في حق تشهد، إلخ. (الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في المسبوق: ۱/۵۵۷، ظفير)

(۳)　واللاحق من فاتته الركعات كلها أوبعضها... مقيم ائتم بمسافر... حكمه حكم المؤتم فلا يأتي بقراءة ويبدأ بقضاء ما فاته عكس المسبوق. (تنوير الأبصار وشرحه الدر المختار)

هٰذا بيان للقسم الرابع وهو المسبوق واللاحق... ثم يصلي الركعة التي سبق بها بقراءة الفاتحة وسورة (رد المحتار، باب الإمامة: ۵۹٤، ط، سعيد) (مطلب في أحكام المسبوق والمدرك اللاحق، انيس)

الجواب ـــــــــــــــــ ومنه الصدق والصواب

امام کی آخری دو رکعتیں نفل ہیں اور مقتدی کی فرض، اقتداء المفترض خلف المتنفل کے لزوم کی وجہ سے مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی، البتہ اگر مقتدی آخری دو رکعتیں اپنے طور پر پڑھیں، امام کی اقتداء ملحوظ نہ رکھیں تو ان کی نماز صحیح ہوجائے گی۔

لما في شرح التنوير: ولو نوىٰ الاقامة لالتحقيقها بل ليتم صلاة المقيمين لم يصر مقيمًا.

وفي الشامية: (قوله: لم يصر مقيمًا) فلو أتم المقيمون صلوٰتهم فسدت؛ لأنه اقتداء المفترض بالمتنفل ظهرية: أي إذا قصدوا متابعته أما لو نووا مفارقته ووافقوه صورة فلا فساد، أفاده الخير الرملي. (ردالمحتار، المجلدالأول)(۱) **فقط والله تعالىٰ أعلم**

۲/ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ (احسن الفتاویٰ: ۲۶۳/۳-۲۶۴)

مسافر کے پیچھے مقیم مسبوق کس طرح نماز پوری کرے:

سوال: امام مسافر ہے اور مقتدی مقیم اور نماز چار رکعت والی ہے، اگر مقتدی مذکور امام مذکور کے ساتھ اول رکعت میں شریک ہوا ہو تو مقتدی اپنی نماز کس طرح پوری کرے، اور جو دوسری رکعت میں شریک ہوا ہو تو کس طرح نماز پوری کرے اور جو التحیات میں ملا ہو تو کس طرح اپنی نماز پوری کرے؟

الجواب ـــــــــــــــــ الأول

از: حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب، صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور

اس مسئلہ کی تحقیق اس پر منحصر ہے کہ پہلے یہ محقق ہوجائے کہ مقتدی کس وقت مدرک ہے اور کس وقت مسبوق، یا لاحق، یا مسبوق اور لاحق۔

پس واضح ہو کہ جس مقیم مقتدی نے پہلی رکعت میں امام مسافر کا اقتدا کیا ہے، وہ لاحق ہے، چنانچہ درمختار کے اس قول "**ومقيم ائتم بمسافر**"(۲) کی شرح میں صاحب ردالمحتار لکھتے ہیں:

"**(قوله ومقيم) أي فهو لاحق بالنظر للأخيرين**".

اور نیز اس پر لاحق کی تعریف بھی صادق آتی ہے، چناں چہ درمختار میں ہے:

"**واللاحق من فاتته الركعات كلها أوبعضها لكن بعد اقتداءه**". (۳)

(۱) ردالمحتار، باب صلاة المسافر: ۱۳۰/۲، دار الفكر بيروت، انيس

(۲) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرك واللاحق: ۳۹۹/۱، انيس

(۳) الدر المختار علىٰ هامش ردالمحتار: ۳۹۹/۱

تو یہ مقتدی جب لاحق ہے تو امام کی نماز سے جدا ہو کر اپنی دوسری رکعت بلاقرأت ادا کرے، چنانچہ درمختار میں ہے:

"وحكمه كمؤتم فلايأتي بقراءة ولاسهو،إلخ".(۱)

بناءعلیہ یہ مقتدی جس نے پہلی رکعت میں امام کا اقتدا کیا ہے، باعتبار اخیر کی دو رکعتوں کے صرف لاحق ہے اور پچھلی دونوں صورتوں میں، جب کہ اس نے دوسری رکعت میں اقتدا کی ہے، یا تشہد میں اقتدا کی ہے، ان دونوں صورتوں میں وہ مقتدی صرف مسبوق ہے، دوسری صورت میں تین رکعت میں مسبوق ہے اور تیسری صورت میں چار رکعتوں کا مسبوق ہے، چنانچہ اس پر مسبوق کی تعریف صادق آتی ہے۔

"والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها". (الدر المختار)(۲)

لہٰذا یہ مقتدی اقتدا سے علاحدہ ہو کر منفرد ہو جائے گا، اس کو چاہیے کہ پہلی رکعت ثنا، تعوذ اور قرأت فاتحہ وسورت کے ساتھ ادا کرے اور اگر مسبوق تمام رکعات کا ہے تو دو رکعت فاتحہ وسورت کے ساتھ پڑھے اور دو رکعت باقی ماندہ خواہ مسبوق بثلاث رکعات ہو، یا باربع رکعات صرف فاتحہ پڑھے۔

درمختار میں ہے:

"والمسبوق من سبقه الإمام بها أو ببعضها وهو منفرد حتٰى يثني ويتعوذ ويقرأ وإن قرأ مع الإمام لعدم الاعتداد بها لكراهتها مفتاح السعادة فيما يقضيه أى بعد متابعة لإمامه.(۳)

اور عالمگیریہ میں ہے:

"وتجيء الطائفة الثانية إلٰى مكان صلاتهم فمن كان مسافرًا يصلي ركعة بقراءة؛لأنه مسبوق ومن كان مقيماً يصلي ثلاث ركعات الأولٰى بفاتحة الكتاب وسورة؛لأنه كان مسبوقاً فيها وفي الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها.(۴)والله تعالٰى أعلم وعلمه أتم

حررہ خلیل احمد عفی عنہ، مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور۔ الجواب صحیح: عنایت الٰہی عفی عنہ

الجواب ——— الثانی

از: حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند

کتب فقہ کی تفصیل کے موافق پہلا جواب صحیح ہے اور دوسرے اور تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ دونوں صورتوں میں مقتدی لاحق ومسبوق ہے اور حکم ایسے مقتدی کا یہ ہے کہ پہلے دو رکعت بلاقرأت ادا کرے، جس میں لاحق ہے

(۱-۲) الدر المختار علٰى هامش رد المحتار: ۱/ ۴۰۰ (كتاب الصلاة، باب الإمامة في أحكام المسبوق واللاحق، انيس)

(۳) الدر المختار: ۱/ ۴۰۰-۴۰۱ (كتاب الصلاة، باب الإمامة في أحكام المسبوق واللاحق، انيس)

(۴) الفتاوىٰ الهندية، مطبوعة: نول كشورى لكهنؤ: ۱/ ۱۵۲ (الباب العشرون في صلاة الخوف، انيس)

اور پیچھے وہ رکعت ادا کرے، جس میں مسبوق ہے۔ پس دوسری صورت میں پہلے دو رکعت بلاقرأت ادا کرے اور پھر تیسری رکعت قرأت کے ساتھ ادا کرے اور تیسری صورت میں پہلے دو رکعت بلاقرأت ادا کرے اور پھر دو رکعت مع قرأت کے ادا کرے۔

"ومقيم ائتم بمسافر" (قوله ومقيم) أى فهو لاحق بالنظر للأخريين وقد يكون مسبوقاً أيضاً كما إذا فاته صلاة إمامه المسافر. (ردالمحتار)

"وحكمه كمؤتم فلايأتى بقراءة ولا سهوو لايتغير فرضه بنية إقامة ويبدأ بقضاء مافاته عكس المسبوق"، إلخ. (الدرالمختار)

(قوله: ثم ماسبق به بها، إلخ) أى ثم صلى اللاحق ماسبق به بقراءة إن كان مسبوقاً أيضاً، إلخ. (ردالمحتار)(۱)

پس دوسری اور تیسری صورت میں مقتدی مقیم کو محض مسبوق قرار دینا تصریحات فقہا کے خلاف ہے اور جملہ رکعات کو بہ قرأت ادا کرنا بھی خلاف ہے قاعدۂ مقررہ فقہا کے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ دیوبند، ۸/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۳۳ھ۔ الجواب صحیح: بندہ محمود عفا اللہ عنہ۔ الجواب صحیح: محمد انور عفا اللہ عنہ، الجواب صحیح: اشرف علی تھانوی، ۱۲/ جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۳۳ھ۔

الجواب

از: حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب، مدرسہ مظاہر علوم

دوسرے اور تیسرے سوال کے جواب میں باہم اختلاف واقع ہوا ہے، ان دونوں صورتوں میں حضرت مفتی (عزیز الرحمٰن) صاحب اور دیگر مصححین مقتدی کو از روئے عبارات فقہ لاحق مسبوق قرار دیتے ہیں اور بندۂ ناچیز نے دونوں صورتوں میں مقتدی کو مسبوق قرار دیا ہے، میں نے جو کچھ عرض کیا ہے، اس کی مؤید صریح عبارت فقہ کی ہے، عالمگیریہ کی صلوٰۃ الخوف میں ہے:

"ومن كان مقيماً يصلى ثلاث ركعات الأولٰى بفاتحة الكتاب وسورة؛ لأنه كان مسبوقاً فيها وفى الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها. (۲)

اس عبارت سے صاف وضح ہے کہ فقہا رحمہم اللہ نے مقیم کو امام مسافر کے پیچھے، جب کہ اس نے دوسری رکعت میں اقتدا کیا ہے، صرف مسبوق قرار دیا ہے، اسی طرح ہر جگہ مسافر امام کے پیچھے مقتدی مقیم، جب دوسری رکعت میں

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار: ۳۹۹/۱ (كتاب الصلاة، باب الإمامة مطلب فى أحكام المسبوق واللاحق، انيس)

(۲) الفتاوىٰ الهندية، ط: نول كشور: ۱۵۲/۱ (الباب العشرون فى صلاة الخوف، انس)

اقتدا کرے گا، مسبوق قرار دیا جائے گا علیٰ ہذا، جو مقتدی مقیم امام مسافر کے پیچھے تشہد میں اقتدا کرے گا، وہ بالا ولیٰ مسبوق ہوگا، ان دونوں کو اس روایت کے موافق لاحق نہیں قرار دیا جائے گا، مسافر امام کے پیچھے مقیم مقتدی لاحق صرف ایک صورت میں ہوتا ہے، جب کہ اس نے پہلی رکعت میں اقتدا کی ہو، چنانچہ درمختار اور شامی کی عبارت، جس کو حضرت مفتی صاحب نے بھی نقل فرمایا ہے، واضح دلیل ہے:

قوله: ''ومقيم ائتم بمسافرأى فهو لاحق بالنظر للأخريين''. (۱)

اس عبارت سے صاف واضح ہے کہ مقیم، جب کہ مسافر کی اقتدا کرتا ہے، وہ اخیر کی دو رکعتوں میں لاحق ہوتا ہے، یہ اس صورت میں حکم ہے، جب کہ اس نے اقتدا پہلی رکعت میں کی ہو اور مذکورہ دونوں صورتوں میں یہ حکم نہیں ہے، چنانچہ شامی کی عبارت ''**فهو لاحق بالنظر للأخريين**'' اس پر واضح دلیل ہے؛ کیوں کہ حقیقت ''**لاحق بالنظر للأخريين**'' اسی صورت میں ہوسکتا ہے، جب کہ پہلی رکعت میں اقتدا کی ہو اور جبکہ دوسری رکعت، یا تشہد میں اقتدا کی ہو تو **بالنظر للأخريين** لاحق نہیں ہوسکتا؛ کیوں کہ اگر ان دونوں صورتوں لاحق للاخریین قرار دیا جائے تو یہ دونوں رکعتیں باعتبار لاحق ہونے کے مقدم ادا کی جائیں گی اور جس رکعت میں مسبوق ہے، وہ حسب قاعدہ بعد میں ادا ہوگی تو حقیقۃً اخریین کا تحقق نہ ہوگا، فهو ظاهر.

البتہ شامی کی یہ عبارت ''**وقد يكون مسبوقاً أيضاً**'' موجب خلجان ہوسکتی ہے، مگر بعد غور واضح ہوجاتا ہے کہ لفظ ''**يكون**'' کی ضمیر مقیم کی طرف راجع ہے، نہ لاحق کی طرف اور لفظ ''**أيضاً**'' سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ مصلی لاحق ومسبوق ایک حالت میں ہے؛ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں:

''فهو أى المقيم كما أنه لاحق بالنظر للأخيرتين فى وقت مثلاً إذا لم يفته أول صلاة إمامه المسافر قد يكون مسبوقاً أيضاً فى وقت كما إذا فاته أول صلاة إمامة المسافر''.

حاصل یہ کہ امام مسافر کا مقتدی مقیم اگر اول صلوٰۃ میں مقتدی ہوا ہے تو اس وقت وہ مقیم صرف **لاحق بالنظر للأخيرتين** ہے اور اگر بعد فوت ہونے اول صلوٰۃ کے مقتدی ہوا ہے تو اس صورت میں صرف مسبوق ہوگا، اس عبارت کے موافق بھی لاحق نہ ہوگا اور اس صورت میں فقہا کی تمام عبارات موافق ہوجائیں گی اور محتمل محکم کی طرف رد ہوجائے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب

املاہ خلیل احمد عفی عنہ

(جواب مطابق اصل جواب اول، از مدرسہ دیوبند)

---

(۱) الدر المختار على هامش ردالمحتار: ۳۹۹/۱ (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى أحكام المسبوق و اللاحق، انيس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ　　　بخدمت بابرکت جناب شیخ رشید احمد صاحب مد فیوضہم

بعد ہدیہ سلام مسنون عرض ہے!

آپ جو تحریرات متعلقہ مسئلہ اقتداء مقیم خلف المسافر چھوڑ گئے تھے، ان کو دیکھا گیا اور اصل روایت عالمگیریؔ کو بھی دیکھا، صلوٰۃ الخوف میں فتح القدیرؔ اور خود شامیؔ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ حکم خلاف قاعدہ کلیہ کے، جو کہ مسبوق لاحق کے لئے مقرر ہے، جس کی تفصیل بندہ نے پہلے لکھی ہے، شاید صلوٰۃ الخوف کے لئے خاص ہے، یا بر بنائے روایت ثانیہ کے ہے، جو اقتداء مقیم خلف مسافر میں ہے، جس کو بعض مشائخ نے اعتبار فرمایا ہے، وہ یہ ہے کہ مقیم خلف مسافر اپنی دو رکعت باقی ماندہ کو قرأت سے پوری کرے، مگر یہ خلاف اصح ہے، **كذا في البداية وغيرها**.

باقی عالمگیریہؔ میں ''**على الروايات كلها**'' لکھنے کا یہ مطلب ہوا کہ اس موقع صلوٰۃ خوف میں جملہ روایات اسی طرح وارد ہیں کہ طائفۂ ثانیہ اپنی رکعات کو قرأت سے پوری کرے، اگر چہ یہ قاعدہ مسبوق لاحق کے خلاف ہے، مگر اتباع روایات سے یہ حکم دیا گیا۔ واللہ اعلم

اور روایت عالمگیریہؔ میں ایک رکعت کو فاتحہ اور سورت سے پڑھنے کے بعد یہ لکھنا ''**لأنه كان مسبوقاً فيها**'' اس کا مؤید ہے کہ مسبوق صرف اسی ایک رکعت میں ہے، ورنہ اخیر میں لکھتے ہیں: ''**لأنه مسبوق فيها: أي في كل ركعات**'' اور قاعدہ کلیہ جو احقر نے پیشتر شامیؔ کے حوالہ سے نقل کیا تھا، اس کو صاحب فتح القدیرؔ نے بھی مسبوق و لاحق کی بحث میں اسی طرح لکھا ہے اور یہ تصریح ہے کہ جو شخص مسبوق بھی اور لاحق بھی ہو، وہ حسب ترتیب عرض کردۂ احقر رکعات کو پوری کرے گا اور جو تطبیق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے ارقام فرمائی ہے، وہ سمجھ میں نہیں آئی اور اس میں تأمل ہے، بندہ نے حضرت مولانا محمود حسن و مولانا محمد انور شاہ صاحب کو بھی دکھلایا، سب حضرات نے بعد غور یہی فرمایا کہ اقتضائے قاعدۂ کلیہ کا وہی ہے، جو پہلے لکھا گیا ہے، بندہ اسی تأمل میں تھا کہ پرسوں ترسوں ایک صاحب حافظ عبد الرحمٰن منڈواری نے وہی سوال بعینہٖ لکھ کر اس کے نیچے یہ لکھا:

''الجواب از حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ'' اور وہ جواب مطابق احقر کے ہے، مع قلیل تغیر کے، بندہ نے ان سے بذریعہ خط دریافت کیا ہے کہ آپ کے پاس اصل فتویٰ حضرت گنگوہی قدس سرہ کا موجود ہے، یا آپ نے کہیں سے نقل کیا ہے، اگر موجود ہو تو اس کو بھیج دیجیے، بعد ملاحظہ واپس کر دیا جائے گا، ان کا سوال و جواب بعینہٖ بغرض ملاحظہ مرسل ہے، ان کی غرض بھی اختلاف کا رفع کرنا ہے؛ کیوں کہ انہوں نے ایک دوسرا جواب اس کے خلاف کتاب علم الفقہ سے نقل کیا ہے، وہ سب مرسل خدمت ہے۔ فقط

از طرف مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی دار العلوم دیوبند

(جوابہ) از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عنایت فرمائم مفتی عزیز الرحمٰن صاحب　　　　السلام علیکم

عنایت نامہ مع تحریرات متعلقہ مسئلہ اقتداء مقیم بالمسافر پہنچا، میں نے بعد غور ان تمام تحریرات کو دیکھا، ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ عامۃً تمام چھوٹے بڑے حضرات کو اس مسئلہ میں درمختار اور شامی کی اس عبارت سے، جو مسبوق ولاحق کی بحث میں لکھی ہے، دھوکہ واقع ہوا ہے، وجہ اس اشتباہ کی یہ ہوئی کہ فقہا نے مقیم خلف المسافر کے مسئلہ کو اس قدر مختلف مواقع اور مظان بعیدہ میں لکھا ہے، جس کی طرف انسانی خیال نہیں ہوتا ہے، چناں چہ صلوٰۃ الخوف اور سجدۂ سہو اور صلوٰۃ المسافر اور بحث مسبوق ولاحق وغیرہ میں اس مسئلہ کو لکھا ہے، چوں کہ تبادر اس مسئلہ میں بحث مسبوق ولاحق کی طرف ہے، لہٰذا اس مجمل عبارت کو دیکھ کر حضرات مفتیین اکتفا فرما لیتے ہیں اور دوسرے مواقع غیر متبادر کی طرف التفات اور تتبع کی نظر نہیں فرماتے، پہلے خود میرا مسلک بھی اسی عبارت کی بنا پر وہی تھا جو اور سب حضرات فرماتے ہیں؛ لیکن غور کرنے کے بعد میرے خیال میں تغیر واقع ہوا اور یہ خیال ہوا کہ مقیم خلف المسافر، جب کہ پہلی رکعت میں اقتدا کرے، بہ اعتبار رکعتین اخیرتین کے بحق قرأت بحکم لاحق ہے؛ لیکن جب کہ وہ رکعت ثانیہ، یا تشہد میں اقتدا کرے تو ان دونوں صورتوں میں منفرد محض بحکم مسبوق ہوتا ہے اور بحکم لاحق مطلق نہیں ہوتا۔

چوں کہ اس مسئلہ میں متعدد حضرات علما میرے اس خیال کے خلاف ہیں، لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اپنا مدعی مع تمام استدلالات کے مفصلاً لکھ کر حضرات علماء کرام کی خدمت میں پیش کروں اور التماس کروں کہ اگر یہ صحیح ہو تو قبول فرمائیں، ورنہ جو امر حق صحیح ومحقق ہو، بدلائل مطلع فرمائیں کہ بندہ کو ان شاء اللہ تعالیٰ قبول حق میں ذرا بھی انحراف وانکار نہ ہوگا۔ (واللّٰہ ولی التوفیق وبیدہ أزمة التحقیق)

محل نزاع یہ ہے کہ مقیم خلف المسافر صلوٰۃ رباعی میں، خواہ وہ پہلی رکعت میں اقتدا کرے، یا دوسری میں، یا تشہد میں، وہ باعتبار رکعتین اخریین مسبوق ہے، یا لاحق، یا لاحق اور مسبوق دونوں ہے۔

پس واضح ہو کہ تصریحات محققین فقہا سے ثابت ہے کہ مقیم خلف المسافر اگر چہ اس نے رکعت اول میں اقتدا کیا ہو، نہ حقیقۃً مسبوق ہے، نہ حقیقۃً لاحق؛ بلکہ بعض فقہا اس کو مثل مسبوق کے قرار دیتے ہیں اور بعض فقہا مثل لاحق کے، اور قول اول کو محققین فقہا نے مصحح قرار دیا ہے، اول تو مسبوق اور لفظ لاحق کا مدلول اور ان کی تعریف خود اس پر دال ہے؛ کیوں کہ مسبوق وہ ہے، جس کا امام اس سے پہلے کل، یا بعض رکعات ادا کر چکا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ مفہوم وتعریف مقیم خلف المسافر پر بہ اعتبار رکعتین اخریین صادق نہیں آ سکتی اور لاحق وہ ہے، جو اپنی فوت شدہ رکعات کو جو بعد اقتداء امام

کے کسی وجہ سے فوت ہوگئی ہوں، ادا کر کے امام کے برابر ہوجاتا ہے اور مقیم خلف المسافر پر یہ مفہوم بھی صادق نہیں آتا؛ کیوں کہ اس نے بقدر صلوٰۃ امام کے نیت اقتدا کی تھی، اس کو پورا کردیا اور اس میں سے کوئی رکعت فوت نہیں ہوئی، اور رکعتین اخریین نہ امام کی نماز تھی، نہ اس نے اس میں اقتدا کیا تھا اور نہ وہ رکعتین امام کی معیت اور متابعت سے ہوئی، لہٰذا یہ مقیم حقیقۃً لاحق بھی نہیں ہوسکتا، علاوہ ازیں عبارات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ اس پر شاہد ہیں۔

درمختار کے باب السجود میں لکھا ہے:

"والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقاً سواء كان السهو قبل الاقتداء أوبعده ثم يقضي ما فاته ولو سها فيه سجد ثانياً وكذا اللاحق لكنه يسجد في آخر صلٰوته ولوسجد مع إمامه أعاده والمقيم خلف المسافر كالمسبوق وقيل كاللاحق". (۱)

علامہ طحطاویؒ اس پر لکھتے ہیں:

"(قوله كالمسبوق):فيلزمه السجود وصححه في البدائع؛لأنه إنما اقتدىٰ بالإمام بقدر صلٰوة الإمام فإذا انقضت صلٰوة الإمام صارمنفردًا فيما وراء ذلك وإنما لايقرأ فيما يتم؛لأن القراءة فرض في الأوليين وقد قرأ الإمام فيها،بحر." (۲)

اس عبارت میں ہر سہ مسبوق ولاحق ومقیم خلف المسافر کا باہم تقابل اور نیز تشبیہ ومماثلت واضح دلیل ہے، مقیم خلف المسافر حقیقۃً مسبوق ہے، نہ حقیقۃً لاحق، البتہ بعد اختتام صلوٰۃ امام منفرد ہوجاتا ہے، جیسا کہ مسبوق بھی منفرد ہوجاتا ہے، اب اس پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ جب اس کو منفرد رکعتین میں قرار دیا تو اس صورت میں ترک قرأت کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس کا یہ جواب دیا کہ چوں کہ فرض قرأت رکعت اولیین میں اس کی طرف سے امام ادا کرچکا ہے، اس وجہ سے وہ اس جگہ قرأت ترک کردے۔

اور بدائع کی عبارت یہ ہے:

"وأما المقيم إذا اقتدىٰ بالمسافر ثم قام إلى إتمام صلاته وسها هل يلزمه سجود السهو؟ذكر في الأصل وقال:إنه يتابع الإمام في سجود السهووإذا سها فيما يتم فعليه سجود السهو أيضًا، وذكر الكرخي في مختصره؛أنه كاللاحق لايتابع الإمام في سجود السهووإذا سها فيما يتم لا يلزمه سجود السهو؛لأنه مدرك لأول الصلاة فكان في حكم المقتدى فيما يؤديه بتلك التحريمة كاللاحق ... والصحيح ماذكرفي الأصل؛ لأنه ما اقتدىٰ بإمامه إلا بقدر صلاة الإمام،

---

(۱)　الدر المختار علىٰ هامش رد المحتار: ۴۹۹/۱ (كتاب الصلاة،باب الإمامة،مطلب في أحكام المسبوق واللاحق،انيس)

(۲)　حاشية الطحطاوي على الدر المختار: ۳۱۲/۱

فإذا انقضت صلاة الإمام صار منفردًا فيما وراء ذلک وإنما لايقرأ فيما يتم؛ لأن القراءة فرض في الأوليين وقد قرأ الإمام فيهما فكانت قراءة له".(۱)

اور "صاحب رد المحتار نقلاً عن البحر" تحریر فرماتے ہیں:

"(قوله: (والمقيم): ذكر في البحر: أن المقيم المقتدي بالمسافر كالمسبوق في أنه يتابع الإمام في سجود السهو ثم يشتغل بالإتمام، وأما إذا قام إلىٰ إتمام صلاته وسها فذكر الكرخي أنه كاللاحق فلا سجود عليه، بدليل أنه لايقرأ وذكر في الأصل: أنه يلزمه السجود وصححه في البدائع؛ لأنه إنما اقتدىٰ بالإمام بقدر صلاة الإمام فإذا انقضت صار منفردًا وإنما لايقرأ فيما يتم؛ لأن القراءة فرض في الأوليين وقد قرأ الإمام فيهما"اه.(۲)

ان عبارات سے مقیم مقتدی بالمسافر کا حقیقۃً مسبوق ولاحق نہ ہونا واضح ہوگیا اور نیز یہ ہی صاحب ردالمحتار بعد نقل عبارت تحریر فرماتے ہیں:

" قال في النهر: وبهٰذا علم أنه كاللاحق في حق القراءة فقط".(۳)

اس عبارت نے مسئلہ کے چہرہ سے بالکل پردہ اٹھادیا اور اس سے ثابت ہوگیا کہ اس کا ترک قرأت کرنا اس کے بحکم مسبوق ہونے کے مزاحم نہیں؛ بلکہ اس کو بحکم لاحق صرف قرأت کے بارے میں قرار دیا جاتا ہے، باقی تمام احکام میں وہ مثل مسبوق کے منفرد ہے تو ان عبارات نے واضح کردیا کہ وہ منفرد ہوکر ان رکعات اخیرہ کو مثل مسبوق کے ادا کرے گا، نہ مثل لاحق کے۔

اسی مضمون کو صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں:

"وإذا صلى المسافر بالمقيمين سلم وأتم المقيمون صلاتهم؛ لأن المقتدي التزم الموافقة في الركعتين فينفرد بالباقي كالمسبوق إلا أنه لايقرأ في الأصح؛ لأنه مقتدٍ تحريمة لا فعلاً والفرض صار مؤدىً فيتركها احتياطاً بخلاف المسبوق؛ لأنه أدرک قراءة نافلة فلم يتأدى الفرض فكان الإتيان الأولىٰ".(۴)

---

(۱) بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع: ۱/۴۶۶، مطبوعة قاهرة مصر (فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لا، انيس)

(۲) رد المحتار: ۱/۴۹۹، مطبوعة جديد) (باب سجود السهو/البحر الرائق، ترک جميع واجبات الصلاة ساهيا: ۲/۱۰۷، دار الكتاب الإسلامي بيروت، انيس

(۳) رد المحتار: ۱/ ۴۹۹ (باب سجود السهو، انيس)

(۴) الهداية في شرح بداية المبتدي، باب صلاة المسافر: ۱/۸۱، دار إحياء التراث العربي بيروت، انيس

صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی نے اعتراض مذکور کے جواب میں اپنی عادت کے موافق راہ تدقیق اختیار کی ہے اور ترک قرأت کی یہ وجہ بیان فرمائی ہے کہ مقیم خلف المسافر باعتبار تحریمہ مقتدی ہے اور باعتبار فعل غیر مقتدی، تحریمۃً اقتدا پر نظر کر کے اس کو قرأت پڑھنا، جب کہ امام کی اول صلوٰۃ ادراک کر چکا ہو مکروہ تحریمی ہے اور فعلاً غیر مقتدی ہونے پر نظر کر کے اس کے لیے قرأت مستحب ہے اور جبکہ فعل مستحب وحرام میں دائر ہوا تو اس کا ترک قرأت احتیاطاً لازم ہوا، بخلاف مسبوق کے کہ اس نے فرض قرأت کو نہیں پایا؛ بلکہ قرأت نافلہ کا ادراک کیا ہے، لہذا اس کو ترک قرأت ناجائز ہے۔

صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں:

”(**قوله احتياطاً)فإنه بالنظر إلى الاقتداء تحريمة حين أدركوا أول صلاة الإمام تكره القراءة تحريماً وبالنظر إلى عدمه فعلاً إذا لم يفتهم مع الإمام مايقضون وقد أدركوا فرض القراءة تستحب وإذا دار الفعل بين وقوعه مستحباً أومحرماً لايجوزفعله بخلاف المسبوق فإنه أدرك قراءة نافلة.** (۱)

اگرچہ عبارت بدائع، طحطاوی اور شامی وغیرہ سے واضح تھا، مگر ہدایہ کی عبارت نے بہت زیادہ واضح کر دیا کہ وہ مقیم خلف المسافر، جس نے تحریمہ میں اقتدا کی ہے، ہر دو رکعات اخیرہ میں مثل مسبوق منفرد ہے اور بقول صحیح لاحق نہیں اور باوجود منفرد ہونے کے اس کو بوجہ ایک عارض کے ترک قرأت کا حکم ہے، جس سے صاف واضح ہے کہ اس کا ترک قرأت اس کے لاحق ہونے کو مقتضی نہیں اور اس کی لاحق کے ساتھ مماثلت صرف حکم ترک قرأت میں ہے، نہ دوسرے احکام میں؛ کیوں کہ دوسرے احکام میں یہ شخص منفرد مثل مسبوق ہے اور نیز یہ حکم ترک قرأت کا مخصوص اس مقیم مقتدی بالمسافر کے ساتھ ہے، جس نے اپنے امام کی تحریمہ میں اقتدا کی ہو اور جس نے تحریمہ میں اقتدا نہیں کی ہے اور ادراک اول صلوٰۃ امام کا نہیں کیا ہے؛ بلکہ وہ رکعت ثانیہ، یا تشہد میں شریک ہوا ہے تو اس کا یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی ترک قرأت کرے؛ بلکہ اس کے لئے قاعدہ مذکورہ کے موافق قرأت کرنا مستحب ہوگا؛ کیوں کہ اس کے لیے قرأت سے مانع تحریمہ اقتدا تھا اور مسبوق برکعۃ یا رکعتین کے حق میں وہ مانع مرتفع ہوگیا، جو موجب کراہت تحریم قرأت تھا تو صرف استحباب باقی رہا، علاوہ ازیں اس پر اور متعدد عبارات وروایات دلالت کرتی ہیں۔

فتح القدیر کی صلوٰۃ الخوف میں ہے:

”**(قوله: لأنهم مسبوقون) ويدخل في هذا المقيم خلف المسافرحتى يقضي ثلاث ركعات بلا**

(۱) فتح القدير مصرى، المجلد الأول: ٤٠١، محمد خالد غفرله (باب صلاة المسافر، انيس)

قراء ة وإن كان من الطائفة الأولٰى،وبقراء ة إن كان من الثانية ".(۱)

فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

"وإن كان الإمام مسافرًا والقوم مقيمين ومسافرين صلى بالطائفة الأولٰى ركعة ثم انصرفوا بإزاء العدو وجاء ت الطائفة الثانية وصلى بهم ركعة فمن كان مسافرًا خلف الإمام بقى إلٰى تمام صلاته ركعة ومن كان مقيماً بقى إلٰى تمام صلاته ثلٰث ركعات ثم ينصرفون بإزاء العدو وترجع الطائفة الأولٰى إلٰى مكان الإمام فمن كان مسافرًا يصلى ركعة بغيرقراء ة لأنه مدرك أول الصلاة ومن كان مقيماً يصلى ثلٰث ركعات بغيرقراء ة فى ظاهرالرواية فإذا أتمت الطائفة الأولٰى صلاتهم ينصرفون بإزاء العدووتجىء الطائفة الثانية إلٰى مكان صلاتهم فمن كان مسافرًا يصلى ركعة بقراء ة؛لأنه مسبوق ومن كان مقيماً يصلى ثلٰث ركعات الأولٰى بفاتحة الكتاب وسورة؛ لأنه كان مسبوقاً فيها وفى الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها".(۲)

اس عبارت عالمگیریہ میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے جو اشکال پیش کیا ہے اور فرمایا ہے کہ!

دلیل" لأنه كان مسبوقاً فيها"کومقدم بیان کیا ہے،اگر وہ رکعتین اخریین میں بھی مسبوق ہوتا تو یہ دلیل اس موقع پر نہ بیان کی جاتی؛ بلکہ "وفى الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها' کے لکھنے کے بعد لکھی جاتی۔

اس اشکال کا جواب بندۂ ناچیز کی تحریر سے بالکل صاف اور واضح ہوگیا ہے، وہ یہ کہ پہلی رکعت میں جس کے بعد دلیل "لأنه كان مسبوقاً فيها"، لکھی ہے، وہ شخص حقیقۃً مسبوق ہے؛ اس لیے اس کے بعد دلیل لکھی ہے اور چونکہ رکعتین اخریین میں حقیقۃً مسبوق نہیں؛ اس لیے اس کے بعد یہ دلیل نہیں لکھی، اگر رکعتین کے بعد یہ دلیل لکھی جاتی تو واہمہ پیدا ہوتا کہ مقیم تینوں رکعتوں میں حقیقۃً مسبوق ہے، والحال أنه ليس كذلك كما حققناه من قبل، پس بندہ کی گذشتہ تحقیق سے واضح ہوگیا کہ مقیم خلف المسافر نہ حقیقۃً مسبوق ہے، نہ حقیقۃً لاحق؛ بلکہ وہ رکعات باقیہ میں منفرد بحکم مسبوق ہے، پس جن جن عبارات میں اس کو لاحق، یا مسبوق کہا گیا ہے، وہ اطلاق مجاز ہے، چنانچہ درمختار میں بحث لاحق ومسبوق میں قبیل باب الاستخلاف لکھا ہے:

"واللاحق من فاتته الركعات كلها أوبعضها بعذر كغفلة و زحمة وسبق حدث ومقيم أيتم بمسافر".

اور شامی میں ہے:

"(قوله ومقيم ايتم)أى فهو لاحق بالنظرللأخيرتين وقد يكون مسبوقاً أيضًا كما إذا فاته أول

(۱) فتح القدیرمصری،المجلد الأول: ٤٤١ (باب صلاة الخوف،انیس)

(۲) الفتاویٰ الهندية،صلوٰة الخوف: ١٥٢/١،ط:نول كشور لكناؤ

صلوٰۃ إمامه المسافر. (ردالمحتار)(۱)

ان دونوں عبارتوں میں مقیم مقتدی بالمسافر پر لفظ لاحق اطلاق ہوا ہے، پس یہ اطلاق مجاز ہے اور مراد اس سے یہ ہے کہ وہ حکم ترک قرأت میں بمنزلہ لاحق ہے، یہ وہ عبارت ہے، جس سے مفتی صاحب مدرسہ عالیہ دیوبند مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سلمہ نے اس پر (اشکال۔۔۔) کیا ہے کہ مقیم خلف المسافر، خواہ اس نے تحریمہ میں اقتدا کی ہو، یا بعد فوت رکعت ہر حال (میں) بجمیع احکام لاحق ہے اور دعویٰ فرمایا ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے اور بطور تشبیہ یہ بھی فرمایا ہے کہ صلوٰۃ الخوف میں جو حکم لکھا ہے، وہ شاید صلوٰۃ الخوف کے ساتھ خلاف قاعدہ کلیہ مخصوص ہو، مگر دعویٰ کلیہ قاعدہ اور دعوی اختصاص محتاج دلیل ہے، حالانکہ اس کی مثبت کوئی دلیل نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عبارات وتصریحات سابقہ سے واضح ہو چکا ہے کہ یہ قضیہ جزئیہ ہے، جس سے مراد وہ مقیم ہے، جس نے رکعت اولیٰ میں اقتدا کی ہو اور جو مسبوق بر کعۃ یا رکعتین ہو، وہ قطعاً اس میں داخل نہیں اور نیز طحطاوی مطبوعہ مصر کی عبارت سے صاف واضح ہے:

''**(قوله ومقيم ائتم بمسافر) فهو لاحق بالنظر للأخيرتين وقد يكون مسبوقاً أيضًا، كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر**''. (۲)

مقیم مقتدی بالمسافر کی دو حالتیں بیان کی (ہیں):

اول وہ کہ جس نے پہلی رکعت میں اقتدا کی ہے، اس کو باعتبار رکعتین اخیرتین کے لاحق فرمایا اور دوسری حالت وہ ہے کہ جس کو اول صلوٰۃ امام مسافر فوت ہو چکی، خواہ دوسری رکعت میں، یا تشہد میں اقتدا کی ہو، اس کو صرف مسبوق قرار دیا، اس سے واضح ہو گیا کہ **مقیم ائتم بمسافر** قاعدہ کلیہ نہیں ہے؛ بلکہ مقیم سے اس جگہ وہی مراد ہے، جس نے اول رکعت میں اقتدا کی ہو، چنانچہ اسی کی طرف بندہ نے اپنی پہلی تحریر میں اشارہ کیا تھا اور شامی سے طحطاوی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے، مگر اصل کے خلاف اس میں أیضاً زائد ہے، طحطاوی میں ہے: ''**وقد يكون مسبوقاً**'' اور شامی میں نقلاً عن الطحطاوی ہے'' **وقد يكون مسبوقاً أيضاً**'' اور یہ لفظ أیضاً موجب خلجان اور موہم خلاف مقصود تھا، اس کی بھی توجیہ کر دی تھی کہ بشرط تسلیم مزاحم مقصود نہیں، مگر حضرت مفتی صاحب نے اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی۔

بعض اذکیا کا یہ خیال بھی مسموع ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ صلوٰۃ الخوف کی مشروعیت علیٰ خلاف القیاس ہے، لہذا اس پر نمازوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا تو جو حکم صلوٰۃ الخوف میں ہے، ضروری نہیں کہ دوسری صلوات میں بھی ہو، دیکھو! چلنا، پھرنا وغیرہ افعال منافی نماز صلوٰۃ الخوف میں مشروع ہیں اور دوسری نمازوں میں غیر مشروع؛ بلکہ مفسد نماز ہیں۔

(۱)　الدر المختار مع ردالمحتار: ۳۹۹/۱، (كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق والمدرك اللاحق، انيس)

(۲)　حاشية الطحطاوي مصري: ۲۵٤/۱ (باب الإمامة، انيس)

جواب اس منع کا یہ ہے کہ یہ منع اس وقت قابل تسلیم ہوسکتا ہے، جب استدلال صرف صلوٰۃ الخوف سے ہوا ور فی الحقیقت استدلال ان روایات سے ہے، جن میں مقیم خلف المسافر کو منفرد مثل مسبوق قرار دیا ہے اور روایت صلوٰۃ الخوف بطور تائید وتقویت لکھی گئی ہے۔

علاوہ ازیں صلوٰۃ الخوف میں جو افعال من غیر جنس صلوٰۃ جائز کئے گئے ہیں، وہ افعال ہیں، جن کی بوقت خوف ضرورت پڑتی ہے، یہ ہرگز نہیں کہ تمام افعال صلوٰۃ الخوف خلاف قیاس بضرورت مشروع ہوئے ہیں اور افعال مجوث فیہ ان افعال میں سے نہیں ہیں، جن کی مشروعیت بضرورت خوف خلاف قیاس ہوئی ہو، لہذا یہ خیال بھی اس بحث میں کارآمد نہیں ہوسکتا۔

مع ہذا بالفرض والتسلیم کوئی حکم معدول عن القیاس بدون نص نہیں ہوسکتا تو لامحالہ ایسی نص کا موجود ہونا ضروری ہے، جس نے صلوٰۃ الخوف میں حکم لاحق کو اپنے اصل قاعدہ کلیہ سے خارج کردیا ہے اور جہاں تک غور کرتا ہوں، مجھ کو کوئی نص ایسی نہیں معلوم ہوتی، جو صلوٰۃ الخوف میں لاحق کے لئے صارف عن القیاس ہو، اگر کسی صاحب کو معلوم ہوتو براہ کرم مجھ کو بھی مطلع فرما کر شکر گذار احسان فرمائیں۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنی تحریر کے آخر میں ایک فتویٰ جس کو حضرت سیدی ومولائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور نیز ایک علم الفقہ کا جواب جو غالبًا مولانا عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی تالیف ہے، نقل فرمایا ہے، جب ایک حکم روایات فقہیہ صحیحہ صریحہ سے ثابت ہوگیا تو اس کے متعلق کچھ لکھنے اور عرض کرنے کی ضرورت نہ رہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

املاہ بلسانہ الاحقر خلیل احمد عفی عنہ، صدر المدرسین مدرسہ مظاہر علوم، سہارنپور (فتاویٰ مظاہر علوم: ۱/۹۹-۱۱۳)

تحقیق انیق متعلق مسبوق مقیم مقتدی بالمسافر:

سوال: مسافر امام کے ساتھ مقیم مقتدی ظہر کی دوسری رکعت میں شرکت ہوا تو باقی رکعتیں کیسے ادا کرے؟ یہاں کے علما اس بارہ میں اختلاف کررہے ہیں، مدلل مفصل تحریر فرمائیں؟

الجواب ــــــــــــــــ ومنہ الصدق والصواب

یہ شخص اٹھ کر پہلی رکعت میں فاتحہ اور سورت پڑھ کر قعدہ کرے اور پھر دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھے اور آخری دونوں رکعتوں کے درمیان قعدہ نہ کرے، یہ مسئلہ علماء فحول میں معرکۃ الآراء رہا ہے، اس کے متعلق ان معادن علم ومعرفت کی تحریریں احقر کو پیر شیر محمد شاہ صاحب مدظلہم ساکن گھوٹکی (سندھ) سے دستیاب ہوئیں، جو اہل علم کے ذوق تحقیق کی خاطر حوالہ قلم کی جاتی ہیں۔

استفتاء از شیخ احمد صاحب دهلوی :

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ امام مسافر کے پیچھے مقیم مقتدی چار رکعت والی نماز پڑھتا ہے، مقتدی مذکور امام مذکور کے ساتھ اول رکعت میں شریک ہوا ہوتو مقتدی اپنی نماز کس طرح پوری کرے اور جو دوسری رکعت میں شریک ہوا ہوتو کس طرح نماز پوری کرے اور جو التحیات میں ملا ہوتو کس طرح اپنی نماز پڑھے؟ بینوا تو جروا۔

الجواب از حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سهانپور قد س اللّٰه سره:

اس مسئلہ کی تحقیق اس پر منحصر ہے کہ پہلے یہ متحقق ہو جائے کہ مقتدی کس وقت مدرک ہے اور کس وقت مسبوق، یا لاحق، یا مسبوق اور لاحق، پس واضح ہو کہ جس مقیم مقتدی نے پہلی رکعت میں امام مسافر کی اقتدا کی ہو، وہ لاحق ہے، چنانچہ درمختار کے قول کی شرح میں (ومقیم ائتم بمسافر) صاحب ردالمختار لکھتے ہیں:

”(قوله: ومقيم) أى فهو لاحق بالنظر إلى الأخيرتين“. (۱)

نیز اس پر لاحق کی تعریف بھی صادق آتی ہے، چناں چہ درمختار میں ہے:

”واللاحق من فاتته الركعات كلها أو بعضها لكن بعد اقتدائه بعذر“ إلخ. (۲)

تو امام کی نماز سے جدا ہو کر اپنی دو رکعت بلاقرأت ادا کرے، چناں چہ درمختار میں ہے:

” وحكمه كمؤتم فلايأتي بقراء ة ولا سهو“ إلخ.

بناءاً علیہ یہ مقتدی جس نے پہلی رکعت میں اقتدا کی باعتبار آخر کی دو رکعتوں کے صرف لاحق ہے اور پچھلی دونوں صورتوں میں (جب کہ دوسری رکعت میں اقتدا کی ہو، یا تشہد میں اقتدا کی ہو) ان دونوں صورتوں میں وہ مقتدی صرف مسبوق ہے، دوسری صورت میں تین رکعتوں میں مسبوق ہے اور تیسری صورت میں چاروں رکعتوں میں مسبوق ہے، چنانچہ اس پر مسبوق کی تعریف صادق آتی ہے:

”والمسبوق من سبقة الإمام بها أو بعضها“. (الدر المختار) (۳)

لہٰذا یہ مقتدی اقتداء سے علیٰحدہ ہو کر منفرد ہو جائے گا، اس کو چاہیے کہ پہلی رکعت میں ثنا، تعوذ اور فاتحہ وسورت پڑھے اور اگر مسبوق تمام رکعات کا ہے تو دو رکعت سورت کے ساتھ پڑھے اور دو رکعت میں ثنا، تعوذ اور فاتحہ وسورت پڑھے اور اگر مسبوق تمام رکعات کا ہے تو دو رکعت سورت کے ساتھ پڑھے اور دو رکعت باقی ماندہ میں (خواہ مسبوق بثلاث رکعات ہو، یا اربع رکعات) صرف فاتحہ پڑھے۔ درمختار میں ہے:

”والمسبوق من سبقه الإمام بها أو بعضها وهو منفرد حتٰى يثنى ويتعوذ ويقرأ إن قرأ مع الإمام

(۱-۳)　　كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب فى أحكام المسبوق و المدرك واللاحق، انيس

لعدم الاعتداد بها لكراهيتها وهو مفتاح السعادة فيما يقضيه أي بعد متابعته لإمامه". (۱)

اور عالمگیریہ میں ہے:

"وتجيء الطائفة الثانية إلى مكان صلاتهم فمن كان مسافرًا يصلي ركعة بقراءة؛ لأنه مسبوق ومن كان مقيمًا يصلي ثلاث ركعات الأولى بفاتحة الكتاب وسورة؛ لأنه كان مسبوقًا فيها وفي الآخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها". (۲) **والله تعالىٰ أعلم وعلمه أحكم**

املاہ بلسانہ: خلیل احمد عفی عنہ، ۲۷/ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ۔ الجواب صحیح: عنایت الٰہی عفی عنہ

فتویٰ مذکورہ کے متعلق حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب قدس سرہ کا خط:

شیخ رشید احمد صاحب دہلوی کی طرف:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از بندہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ:

بخدمت بابرکت جناب شیخ رشید احمد صاحب مدفیوضہم

بعد ہدیہ سلام مسنون عرض ہے: آپ جو تحریرات متعلقہ مسئلہ اقتداء مقیم خلف المسافر چھوڑ گئے تھے، ان کو دیکھا اور اصل روایت عالمگیریہ کو بھی دیکھا، صلاۃ الخوف میں فتح القدیر اور خود شامی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے، اس سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ حکم خلاف قاعدہ کلیہ جو کہ مسبوق لاحق کے لئے مقرر ہے، جس کی تفصیل میں نے پہلے لکھی ہے، شاید صلوۃ خوف کے لئے خاص ہے، یا بنا بر ثانیہ روایت کے ہے، جو اقتداء مقیم خلف المسافر میں ہے، جس کو بعض مشائخ نے اعتبار فرمایا ہے، وہ یہ کہ مقیم خلف المسافر اپنی دو رکعت باقی ماندہ کو قرأت سے پوری کر لے، مگر یہ خلاف اصح ہے، **کذا في الهداية وغيرها**، باقی عالمگیریہ میں **على الروايات كلها** کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اس موقع صلوۃ خوف میں جملہ روایات اسی طرح ہیں کہ طائفہ ثانیہ اپنی قرأت سے پوری کرے، اگرچہ قاعدہ مسبوق لاحق کے خلاف ہے، مگر اتباع روایت سے یہ حکم دیا گیا۔ واللہ اعلم

اور عالمگیریہ میں ایک رکعت کو فاتحہ اور سورت سے پڑھنے کے بعد یہ لکھنا "**لأنه كان مسبوقًا فيها**" اس کا مؤید ہے کہ مسبوق صرف اسی ایک رکعت میں ہے، ورنہ آخر میں لکھتے: **لأنه مسبوق فيها: أي في جميع الركعات** اور قاعدہ کلیہ جو احقر نے شامی کے حوالہ سے نقل کیا تھا، اس کو صاحب فتح القدیر نے بھی مسبوق ولاحق کی بحث میں اسی

(۱)　كتاب الصلاة، باب الإمامة، مطلب في أحكام المسبوق و المدرك واللاحق، انيس

(۲)　الباب العشرون في صلاة الخوف، انيس

طرح لکھا ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص مسبوق بھی ہو اور لاحق بھی وہ حسب ترتیب عرض کردہ احقر رکعات کو پورا کرے گا اور جو تطبیق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمائی ہے، وہ سمجھ میں نہیں آئی، اس میں تأمل ہے، میں نے حضرت مولانا محمود الحسن صاحب و مولانا انور شاہ صاحب کو بھی دکھلایا، سب حضرات نے بعد غور یہی فرمایا کہ اقتضاء قاعدہ کلیہ کا وہی ہے، جو پہلے لکھا گیا، بندہ اسی تأمل میں تھا کہ پرسوں ایک صاحب عبدالرحمٰن منڈاوری نے وہی سوال بعینہ لکھ کر اس کے نیچے حضرت مولینا گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا جواب نقل کیا ہے، جو مطابق جواب احقر کے ہے، مع قلیل تغیر کے بندہ نے ان سے بذریعہ خط دریافت کیا ہے کہ آپ کے پاس اصل فتوی حضرت گنگوہی قدس سرہ کا موجود ہے، یا آپ نے کہیں سے نقل کیا ہے، اگر موجود ہو تو اس کو بھیج دیجئے، بعد بلا تحقیق واپس کر دیا جائے گا، سوال وجواب ان کا بعینہ بغرض ملاحظہ مرسل ہے، ان کی غرض بھی اختلاف کا رفع کرنا ہے؛ کیوں کہ انھوں نے ایک دوسرا جواب اس کے خلاف کتاب علم الفقہ سے نقل کیا ہے، وہ سب مرسل خدمت ہیں انتہی ۔

خط:　　از اصل مجیب مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہ بنام شیخ رشید احمد صاحب دہلوی عنایت فرمایم جناب شیخ رشید احمد صاحب　　السلام علیکم

عنایت نامہ مع تحریرات متعلقہ مسئلہ اقتداء مقیم بالمسافر پہنچا، میں نے بغور ان تمام تحریرات کو دیکھا، ان کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ تمام بڑے اور چھوٹے حضرات کو اس مسئلہ میں درمختار اور شامی کی اس عبارت سے، جو مسبوق ولاحق کی بحث میں لکھی ہے، دھوکہ واقع ہوا ہے، وجہ اس اشتباہ کی یہ ہوئی کہ فقہا نے مقیم خلف المسافر کے مسئلہ کو اس قدر مختلف مواقع اور مظان بعیدہ میں لکھا ہے کہ جن کی طرف انسباق خیال نہیں ہوتا، چنانچہ صلوۃ الخوف اور سجدۂ سہو اور صلوۃ المسافر اور بحث مسبوق ولاحق وغیرہ میں اس مسئلہ کو لکھا ہے، چوں کہ تبادر اس مسئلہ میں بحث مسبوق ولاحق کی طرف ہے، لہٰذا اس مجمل عبارت کو دیکھ کر حضرات مفتین اکتفاء فرما لیتے ہیں اور دوسرے مواقع غیر متبادرہ کی طرف التفات اور تتبع کی نظر نہیں فرماتے، پہلے خود میرا مسلک بھی اس عبارت کی بنا پر وہی تھا، جو اور سب حضرات کا ہے؛ لیکن غور کرنے کے بعد میرے خیال میں تغیر واقع ہوا اور یہ خیال ہوا کہ مقیم خلف المسافر، جب کہ پہلی رکعت میں اقتدا کرے تو باعتبار رکعتیں اخریین کے بحق قرأۃ بحکم لاحق ہے؛ لیکن جب کہ رکعت ثانیہ، یا تشہد میں اقتدا کرے تو ان دونوں صورتوں میں وہ منفرد محض بحکم مسبوق ہے اور بحکم لاحق بالکل نہیں ہوتا ہے، چوں کہ اس مسئلہ میں متعدد حضرات علما میرے اس خیال کے خلاف ہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اپنا مدعا مع تمام استدلالات کے مفصلاً لکھ کر حضرات علماء کرام کی خدمت میں پیش کر دوں اور التماس کروں کہ اگر یہ صحیح ہے تو قبول فرماویں، ورنہ جو امر صحیح ہو اور محقق ہو، بدلائل مطلع فرمادیں کہ بندہ کو ان شاء اللہ تعالیٰ قبول حق سے ذرا بھی انحراف وانکار نہ ہوگا۔ واللّٰہ ولی التوفیق وبیدہ أزمة التحقیق

محل نزاع یہ ہے کہ مقیم خلف المسافر صلوۃ رباعی میں خواہ وہ پہلی رکعت میں اقتدا کرے، یا دوسری میں، یا تشہد میں وہ باعتبار رکعتیں اخریین مسبوق ہے، یا لاحق، یا لاحق اور مسبوق دونوں ہے، پس واضح ہو کہ تصریحات محققین فقہا سے ثابت ہے کہ مقیم خلف المسافر، اگر چہ اس نے رکعت اولیٰ میں اقتدا کی ہو، نہ حقیقۃً مسبوق ہے، نہ حقیقۃً لاحق؛ بلکہ بعض فقہا اس کو مثل مسبوق کے کہتے ہیں اور بعض مثل لاحق کے اور قول اول کو محققین فقہا صحیح قرار دیا ہے، اول تو لفظ مسبوق اور لفظ لاحق کا مدلول اور ان کی تعریف خود اس پر دال ہے؛ کیوں کہ مسبوق وہ ہے، جس کا امام اس سے پہلے کل، یا بعض رکعات ادا کر چکا ہو اور ظاہر ہے کہ یہ مفہوم وتعریف خلف المسافر پر باعتبار رکعتیں اخریین صادق نہیں آتی اور لاحق وہ ہے، جو اپنی فوت شدہ رکعات جو بعد اقتداء امام کے کسی وجہ سے فوت ہوگئی ہوں، ادا کر کے امام کے برابر ہو جاتا ہے اور مقیم خلف المسافر پر یہ مفہوم بھی صادق نہیں آتا؛ کیوں کہ اس نے بقدر صلوۃ امام کے نیت اقتدا کی تھی، اس کو پورا کر دیا اور اس میں سے کوئی رکعت فوت نہیں ہوئی اور رکعتین اخریین نہ امام کی نماز میں تھیں اور نہ اس نے ان میں اقتدا کی تھی اور نہ وہ امام کی معیت ومتابعت سے ہوئیں، لہٰذا یہ مقیم حقیقۃً لاحق بھی نہیں ہو سکتا ہے، علاوہ ازیں عبارات فقہا رحمہم اللہ اس پر شاہد ہیں، درمختار کے باب سجود السہو میں لکھا ہے:

”والمسبوق يسجد مع إمامه مطلقا سواءٌ كان السهو قبل الاقتداء أوبعده ثم يقضي ما فاته ولوسها فيه سجد ثانيًا وكذا اللاحق لكنه يسجد في آخره صلاته ولوسجد مع إمامه إعاده والمقيم خلف المسافر كالمسبوق وقيل كاللاحق“. (۱)

علامہ طحطاوی اس پر لکھتے ہیں:

”قوله: كالمسبوق،فيلزمه السجود وصححه في البدائع؛لأنه إنما اقتدى بالإمام بقدر صلاة الإمام فإذا انقضت صلاة الإمام صارمنفردًا فيما وراء ذلك وإنما لايقرأ فيما يتم؛لأن القراءة فرض في الأوليين وقرأ الإمام فيهما،بحر“. (۲)

اس عبارت سے ہر سہ مسبوق ولاحق ومقیم خلف المسافر کا باہم تقابل اور نیز تشبیہ ومماثلت واضح دلیل ہے کہ مقیم خلف المسافر نہ حقیقۃً مسبوق ہے اور نہ حقیقۃً لاحق، البتہ بعد اختتام صلوۃ امام منفرد ہو جاتا ہے، جیسا کہ مسبوق بھی منفرد ہو جاتا ہے، اب اس پر یہ اعتراض ہوتا تھا کہ جب اس کو رکعتیں میں منفرد قرار دیا تو اس صورت میں ترک قرأت کی کوئی وجہ نہیں، اس کا یہ جواب دیا کہ چونکہ فرض قراءت رکعتین اولیین میں اس کی طرف سے امام ادا کر چکا ہے، اس وجہ سے وہ اس جگہ قرأت ترک کر دے۔

(۱) كتاب الصلاة،باب الإمامة ،مطلب في أحكام المسبوق والمدرك اللاحق،انيس
(۲) حاشية الطحطاوي: ۱/ ۲٥٤،باب الإمامة،ط:مصر،انيس

اور بدائع کی عبارت یہ ہے:

"وأما المقيم إذا اقتدٰى بالمسافر ثم قام إلٰى إتمام صلاته وسها هل يلزم سجود السهو ذكر في الأصل وقال: أنه يتابع الإمام في سجود السهو وإذا سها فيمايتم فعليه سجود السهو أيضاً وذكر الكرخي في مختصره أنه كاللاحق لا يتابع الإمام في سجود السهو وإذا سها فيما يتم لايلزمه سجود السهو؛ لأنه مدرك لأول الصلاة فكان في حكم المقتدي فيما يؤديه بتلك التحريمة كاللاحق ولهٰذا لايقرأ كاللاحق والصحيح ما ذكر في الأصل؛ لأنه ما اقتدٰى بإمامه إلا بقدر صلاة الإمام فصار منفردًا فيما وراء ذلك وإنما لايقرأ فيما يتم؛ لأن القراءة فرض في الأوليين وقد قرأ الإمام فكانت قراءة له". (۱)

اور صاحب ردالمحتار نقلاً عن البحر تحریر فرماتے ہیں:

"(قوله: والمقيم، إلخ) ذكر في البحر أن المقيم المقتدي بالمسافر كالمسبوق أنه يتابع الإمام في سجود السهو ثم يشتغل بالإمام وأما إذا قام إلٰى إتمام صلاته وسها فذكر الكرخي أنه كاللاحق فلا سجود عليه بدليل أنه لايقرأ وذكر في الأصل أنه يلزمه السجود وصححه في البدائع؛ لأنه إنما اقتدى بالإمام بقدر صلاة الإمام فإذا انقضت صار منفردًا وإنما لايقرأ فيمايتم؛ لأن القراءة فرض في الأوليين وقرأ الإمام فيها". (۲)

ان عبارت سے مقیم مقتدی بالمسافر کا حقیقۃً مسبوق ولاحق نہ ہونا واضح ہوگیا، نیز یہ بھی صاحب ردالمحتار بعد نقل عبارات تحریر فرماتے ہیں:

"قال في النهر وبهٰذا علم أنه كاللاحق في حق القرأة فقط".

اس عبارت نے مسئلہ کے چہرہ سے بالکل پردہ اٹھادیا اور اس سے ثابت ہوگیا کہ اس کا ترک قرأت کرنا اس کے بحکم مسبوق ہونے کے مزاحم نہیں؛ بلکہ اس کو بحکم لاحق صرف قرأت کے بارے میں قرار دیا جاتا ہے، باقی تمام احکام میں وہ مثل مسبوق کے منفرد ہے، ان عبارات نے واضح کردیا کہ وہ منفرد ہوکر پہلے رکعات اخیرہ (۳) کو مثل مسبوق کے ادا کرے گا نہ مثل لاحق کے۔ اسی مضمون کو صاحب ہدایہ تحریر فرماتے ہیں:

وإذا صلى المسافر بالمقيم ركعتين سلم وأتم المقيمون صلاتهم لأن المقتدي التزم الموافقة في الركعتين فينفرد في الباقي كالمسبوق إلا أنه لايقرأ في الأصح؛ لأنه مقتد تحريمة

(۱) بدائع الصنائع، فصل في بيان من يجب عليه سجود السهو ومن لا: ۱/۱۷۵، دار الكتب العلمية بيروت، انیس

(۲) كتاب الصلاة، باب سجود السهو، انیس

(۳) یعنی اولیین کو جو بحکم لاحق قرار دینے والوں کے خیال میں ہیں۔ رشید احمد

لا فعلاً والفرض صارمؤدا فيتركها احتياطًا بخلاف المسبوق؛لأنه أدرك قراءة نافلة فلم يتأد الفرض فكان الاتيان أولٰى".(۱)

صاحب ہدایہ علامہ برہان الدین مرغینانی رحمہ اللہ نے اعتراض مذکور کے جواب میں اپنی عادت کے موافق راہ تدقیق اختیار کی ہے اور ترک قرأت کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ مقیم خلف المسافر باعتبار تحریمہ کے مقتدی ہے اور باعتبار فعل کے غیر مقتدی، تحریمۃ اقتدا پر نظر کر کے اس کو قرأت پڑھنا، جب کہ امام کی اول صلوۃ کا ادراک کر چکا ہو، مکروہ تحریمی ہے اور فعلا غیر مقتدی ہونے پر نظر کر کے اس کے لئے قرأت مستحب ہے اور جب کہ فعل مستحب وحرام میں دائر ہوا تو اس کا ترک احتیاطا لازم ہوا، بخلاف مسبوق کے کہ اس نے فرض قرأت کو نہیں پایا؛ بلکہ قرأت نافلہ کا ادراک کیا ہے، لہٰذا اس کو ترک قرأت ناجائز ہے۔ صاحب فتح القدیر فرماتے ہیں:

"قوله:احتياطًا فإنه بالنظر إلٰى الاقتداء تحريمة حين، (۲)أدركوا أول صلاة الإمام يكره القراءة تحريماً وبالنظر إلٰى عدمه فعلا إذ لم يفتهم مع الإمام مايقضون وقد أدركوا فرض القراءة تستحب وإذا دارالفعل بين وقوعه مستحبًا أومحرمًا لايجوزفعله بخلاف المسبوق فإنه أدرك قراءة نافلة.(۳)

اگرچہ عبارات بدائع اور طحطاوی اور شامی وغیرہ سے واضح تھا، مگر ہدایہ کی عبارت نے بہت زیادہ وضاحت کردی کہ وہ مقیم خلف المسافر، جس نے تحریمہ میں اقتدا کی ہو، ہر دو رکعت اخیرہ میں مثل مسبوق منفرد ہے اور بقول صحیح لاحق نہیں اور باوجود منفرد ہونے کے اس کو بوجہ ایک عارض کے ترک قرأت کا حکم ہے، جس سے صاف واضح ہے کہ اس کا ترک قرأت اس کے لاحق ہونے کو مقتضی نہیں اور اس کی لاحق کے ساتھ مماثلت صرف حکم ترک قرأت میں ہے، نہ دوسرے احکام میں؛ کیوں کہ دوسرے احکام میں یہ شخص منفرد مثل مسبوق ہے، نیز یہ حکم ترک قرأت مخصوص اس مقیم مقتدی بالمسافر کے ساتھ ہے، جس نے اپنے امام کی تحریمہ میں اقتدا کی ہے اور جس نے تحریمہ میں اقتدا نہیں کی اور ادراک اول صلوۃ امام کا نہیں کیا؛ بلکہ رکعت ثانیہ، یا تشہد میں شریک ہوا ہے تو اس کا یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی ترک قرأت کرے؛ بلکہ اس کے

---

(۱) الهداية شرح بداية المبتدى،باب صلاة المسافر: ۸۱/۱،دارإحياء التراث العربى بيروت،انيس

(۲) الظاهرأن هٰذا ليسقيداً لكراهة القراءة بالنظر إلى الاقتداء تحريمة لأن من لم يدرك أول صلاة الإمام بل أدرك الركعة الثانية أوالتشهد فهو أيضاً مقتد تحريمة فزاده والله أعلم لأن المقصود هٰهنا بيان حكم مدرك الإمام المسافر فى الركعة الأولٰى لا لأن المدرك بعدها ليس بمقتد تحريمة.فالقيد لبيان الواقع للاحترازولما كان ذلك كذالك يرد عليه أنه يقتضى أن لا يقرأ فى الأخريين المقيم المقتدى بالمسافر بعدالأولٰى أيضاً وكذا المقتدى بالمقيم إذا كان مسبوقاً بثلاث ركعات فصاعداً ويمكن الجواب بانا لما اسقطنا اعتبار الاقتداء تحريمة لأداء القراءة الواجبة فى الأوليين لايعود اعتباره فى الأخريين.والله أعلم (رشيد احمد لدهيانوى)

(۳) باب صلاة المسافر:۴۰/۲،دارالفكر بيروت،انيس

لئے تحریمہ اقتدا تھا اور مسبوق بر کعۃ، یا برکعتین کے حق میں وہ مانع مرتفع ہوگیا، جو موجب کراہت تحریم قرأت تھا، سرف استحباب باقی رہا، علاوہ ازیں اس پر اور متعدد عبارات وروایات دلالت کرتی ہیں۔ فتح القدیر کی صلوۃ الخوف میں ہے:

''(قوله؛لأنهم مسبوقون) يدخل في هذا المقيم خلف المسافر حتٰى يقضي ثلاث ركعات بلا قراءة إن كان من الطائفة الأولٰى وبقراءة إن كان من الثانية''.(۱)

فتاویٰ عالمگیریۃ میں ہے:

وإن كان الإمام مسافراً والقوم مقيمين ومسافرين صلى الإمام بالطائفة الأولٰى ركعة ثم انصرفوا بإزاء العدو وجاءت الطائفة الثانية وصلٰى بهم ركعة فمن كان مسافرًا خلف الإمام بقي إلٰى تمام صلاته ركعة ومن كان مقيمًا بقي إلٰى تمام صلاته ثلٰث ركعات ثم ينصرفون بإزاء العدو ورجع الطائفة الأولٰى إلٰى مكان الإمام فمن كان مسافرًا يصلي ركعة بغيرقراءة؛لأنه مدرك أول الصلاةومن كان مقيمًا يصلي ثلاث ركعات بغيرقراءة في ظاهرالرواية فإذا أتمت الطائفة الأولٰى صلاتهم ينصرفون بإزاء العدو وتجئ الطائفة الثانية فمن كان مسافرًا يصلي ركعة بقراءة؛ لأنه مسبوق وإن كان مقيمًا يصلي ثلاث ركعات الأولٰى بفاتحة الكتاب وسورة؛لأنه كان مسبوقًا فيها وفي الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايات كلها.(۲)

اس عبارت عالمگیریہ میں حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب نے جو اشکال پیش کیا ہے اور فرمایا ہے: ''لأنه كان مسبوقًا فيها'' کو مقدم بیان کیا ہے، اگر رکعتین اخریین میں بھی مسبوق ہوتا تو یہ دلیل اس موقع پر نہ بیان کی جاتی؛ بلکہ ''وفي الأخريين بفاتحة الكتاب على الروايت كلها'' کے لکھنے کے بعد لکھی جاتی۔ اس اشکال کا جواب بندہ ناچیز کی تحریر سے بالکل صاف اور واضح ہوگیا ہے، وہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں جس کے بعد دلیل '' لأنه كان مسبوقًا فيها'' لکھی ہے، وہ شخص حقیقۃً مسبوق ہے؛ اس لیے اس کے بعد یہ دلیل لکھی اور چونکہ رکعتین اخریین میں حقیقۃً مسبوق نہیں؛ اس لیے اس کے بعد دلیل نہ لکھی، اگر رکعتین کے بعد یہ دلیل لکھی جاتی تو واہمہ پیدا ہوتا کہ مقیم تینوں رکعتوں میں حقیقۃً مسبوق ہے، والحال أنه ليس كذلك كما حققناه من قبل ، بندہ کی گزشتہ تحقیق سے واضح ہوگیا کہ مقیم خلف المسافر نہ حقیقۃً مسبوق ہے، نہ حقیقۃً لاحق؛ بلکہ وہ رکعات باقیہ میں منفرد بحکم مسبوق ہے، پس جن عبارات میں اس کو لاحق، یا مسبوق کہا گیا ہے، وہ اطلاق مجاز ہے، چنانچہ درمختار بحث لاحق و مسبوق میں لکھا ہے:

''واللاحق من فاتته الركعات كلها أوبعضها بعذر كغفلة وزحمة أوسبق حدث ومقيم ائتم بمسافر''.

(۱) باب صلاة الخوف: ۹۷/۲،دارالفكر بيروت،انيس

(۲) الفتاویٰ الهندية،الباب العشرون في صلاة الخوف: ۱۵۵/۱،دارالفكر بيروت،انيس

اور شامی میں ہے:

" ومقيم ائتم، إلخ، أى فهو لاحق بالنظر إلى الأخيرتين وقد يكون مسبوقًا أيضًا كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر، طحطاوى". (۱)

ان دونوں عبارتوں میں مقیم مقتدی بالمسافر پر لفظ لاحق اطلاق ہوا ہے، پس یہ اطلاق مجاز ہے، اس سے یہ مراد ہے کہ وہ حکم ترک قرأت میں بمنزل لاحق ہے، یہ عبارت ہے، جس سے مفتی صاحب مدرسہ عالیہ دیوبند مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سلمہ نے کہا ہے کہ مقیم خلف المسافر خواہ اس نے تحریمہ میں اقتدا کی ہو، یا بعد فوت رکعت، بہرحال بجمیع احکام لاحق ہے اور دعوی فرمایا ہے کہ قاعدہ کلیہ ہے اور بطور شبہ یہ بھی فرمایا ہے کہ صلوۃ الخوف میں جو حکم لکھا ہے، وہ شاید صلوۃ الخوف کے ساتھ خلاف قاعدہ کلیہ مخصوص ہو، مگر دعوے کلیہ قاعدہ اور دعوی اختصاص محتاج دلیل ہے، حالاں کہ اس کے مثبت کو دلیل نہیں ہے، علاوہ ازیں عبارات وتصریحات سابقہ سے واضح ہو چکا ہے کہ یہ قضیہ جز ئیہ ہے، جس سے مراد وہ مقیم ہے، جس نے رکعت اولی میں اقتدا کی ہو اور جو مسبوق برکعۃ، یا برکعتیں ہو، وہ قطعا اس میں داخل نہیں، نیز طحطاوی مطبوعہ مصر کی عبارت سے صاف واضح ہے:

" قوله: ومقيم ائتم بمسافر فهو لاحق بالنظر للأخيرتين وقد يكون مسبوقًا كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر".

مقیم مقتدی بالمسافر کی دو حالتیں بیان کیں: اول وہ کہ جس نے پہلی رکعت میں اقتدا کی ہو، اس کو باعتبار رکعتین اخریین کے لاحق فرمایا۔ دوسری حالت وہ ہے، جس کو اول صلوۃ امام مسافر فوت ہو چکی ہو، خواہ دوسری رکعت، یا تشہد میں اقتدا کی ہو، اس کو صرف مسبوق قرار دیا۔ اس سے واضح ہو گیا کہ "**مقيم ائتم بمسافر**" قاعدہ کلیہ نہیں ہے؛ بلکہ مقیم اس جگہ وہ مراد ہے، جس نے اول رکعت میں اقتدا کی ہو، چنانچہ اسی طرف بندہ نے اپنی پہلی تحریر میں اشارہ کیا تھا اور شامی نے طحطاوی کی اس عبارت کو نقل کیا ہے، مگر اصل کے خلاف اس میں لفظ ایضا زائد ہے۔ طحطاوی میں ہے:

"وقد يكون مسبوقا".

اور شامی میں نقلا عن الطحطاوی ہے: **"وقد يكون مسبوقًا أيضا".**

اور یہ لفظ "ایضاً" موجب خلجان اور موہم خلاف مقصود تھا، اس کی بھی توجیہ کر دی ہے کہ بشرط تسلیم مزاحم مقصود نہیں، مگر حضرت مفتی صاحب نے اس کی توجیہ نہیں فرمائی، بعض (۳) اذکیا کا یہ خیال بھی مسموع ہوا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ

(۱) ردالمحتار، باب الإمامة، انيس

(۲) حاشية الطحطاوى، باب الإمامة: ۱/۲۵٤، ط: مصر، انيس

(۳) یعنی حضرت حکیم الامت قدس سرہ کما سیأتی عن امداد الفتاوی۔ رشید احمد

صلوۃ خوف کی مشروعیت علی خلاف القیاس ہے، لہٰذا اس پر دوسری نمازوں کو قیاس نہیں جا سکتا ہے تو حکم صلاۃ الخوف میں ہے، ضروری نہیں کہ دوسری نمازوں میں بھی ہو، دیکھو: چلنا پھرنا وغیرہ افعال صلوۃ الخوف میں مشروع ہیں اور دوسری نمازوں میں غیر مشروع؛ بلکہ مفسد صلوۃ ہیں۔

جواب اس منع کا یہ ہے کہ یہ منع اس وقت قابل تسلیم ہوسکتا ہے، جب استدلال صرف صلوۃ الخوف سے ہوا اور فی الحقیقت استدلال ان روایات سے ہے، جن میں مقیم خلف المسافر کو مثل مسبوق قرار دیا گیا ہے اور روایات صلوہ الخوف بطور تائید وتقویت لکھی گئی ہیں، علاوہ ازیں صلوۃ الخوف میں جو افعال من غیر جنس الصلوۃ جائز کئے گئے ہیں، وہ افعال ہیں، جن کی بوقت خوف ضرورت پڑتی ہے، یہ ہرگز نہیں کہ تمام افعال صلوۃ خوف خلاف قیاس بہ ضرورت مشروع ہوئے ہیں اور افعال مبحوث فیہ ان افعال میں سے نہیں ہیں، جن کی مشروعیت بضرورت خوف خلاف قیاس ہوئی ہو، لہٰذا یہ خیال بھی اس بحث میں کارآمد ہوسکتا ہے، مع ہذا بالفرض والتسلیم کوئی حکم معدول عن القیاس بدون نص نہیں ہو سکتا تو لامحالہ ایسی نص کا موجود ہونا ضروری ہے، جو صلوۃ الخوف میں حکم لاحق کے لیے صارف عن القیاس ہو، اگر کسی صاحب کو معلوم ہو تو براہ کرم مجھ کو بھی مطلع فرما کر شکرگزار احسان فرمائیں۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنی تحریر کے آخری میں ایک فتوی، جس کو حضرت سیدی ومولائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور علم الفقہ کا جواب جو غالبا مولانا مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی تالیف ہے، نقل فرمایا ہے، جب ایک حکم روایات فقہیہ صحیحہ صریحہ سے ثابت ہوگیا تو ان کے متعلق کچھ لکھنے اور عرض کرنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

أملاه بلسانه الأحقر خليل أحمد وفقه اللّٰه لتزود غد

أقول: ونقل عن العلامة المخدوم محمد هاشم التتوى (قدس سره) مثل قول مولانا خليل أحمد (قدس سره) وزادفيه جواب شبهة، ونصه: فإن قلت: قد ذكر أيضًا صاحب المحيط والسراج والجوهرة: أن الإمام إذا جعل الناس فى صلاة أربع طوائف فصلى لكل طائفة ركعة فصلاة الأولٰى و الثالثة فاسدة؛ لأنهم انصرفوا عن القبلة فى غير أوان الانصراف وصلاة الثانية والرابعة صحيحة ويقرأ كل طائفة فيما سبقت ولا يقرأ فيما لحقت فإذا عادت الطائفة الثانية صلوا الركعة الثالثة ورابعة بغيرقرأة ؛لأنهم فيهما لاحقون ثم الركعة الأولٰى بقراءة ؛ لأنهم فيها مسبوقون.(١)

(١)　ولو أن الإمام جعل الناس على أربع طوائف وصلى بكل طائفة ركعة فصلاة الإمام تامة وصلاة الطائفة الأولى والثالثة فاسدة، أما الطائفة الأولى فلأنهم انصرفوقا غير أوان الانصراف لما مر غير مرة، أما الطائفة الثالثة فلأنهم فى الحقيقة الطائفة الثانية وقد انصرفوا فى غير أوان انصراف الطائفة الثانية وهو ما بعد الركعة الثالثة ==

فكان هٰذا منقضًا لما ذكر تموه أولا رأى الرواية التى أوردها مولانا خليل أحمد رحمه اللّٰه من الهندية نقلها المخدوم رحمه اللّٰه من الجوهرة والمحيط والظهيرية والخزانة. قلنا: لا مناقضة؛ لأن هٰذه المسألة الأخيرة مصورة فيما إذا كان الإمام والمقتدون مقيمين كما صرح به فى تلك الكتب فكان ذلك مسئلة المسبوق صار لاحقا بخلاف ماذكرنا أولا فإنه مصور فيما إذا كان الإمام مسافرًا والمقتدى المسبوق مقيمًا فكان اختلاف الأجوبة لاختلاف موضوع المسألة فليتأمل، ١٥.

أرسل إلى تحرير المخدوم قدس اللّٰه مولانا أحمد الهالائى ناقلاً عن كراسة أبيه محمد الهالائى رحمهما اللّٰه تعالىٰ.

حضرت حکیم الامت قدس سرہ اس مسئلہ پر طویل بحث کے بعد فرماتے ہیں، اس کے بعد یہ واقعہ ہوا کہ ایسی صورت کے متعلق کہ مقیم مقتدی نے ایک رکعت ہو جانے کے بعد خواہ دوسری رکعت میں اور خواہ اس کے بعد مسافر امام کا اقتدا کیا ہو، مدرسہ سہارنپور میں ایک فتویٰ لکھا گیا کہ یہ شخص لاحق نہیں ہے، صرف مسبوق ہے تو یہ شخص اپنی نماز میں قرأت والی رکعتوں کو مقدم کرے؛(۱) اور مدرسہ دیوبند میں یہ فتوی لکھا گیا کہ یہ شخص لاحق ومسبوق دونوں ہے؛ اس لیے غیر قرأت والی رکعتوں کو مقدم کرے، پس جس ترتیب کو بندہ جائز غیر اولیٰ کہتا تھا، وہ فتویٰ سہارنپور میں واجب ہے اور جس کو بندہ اولیٰ کہتا تھا، وہ اس فتویٰ میں ناجائز ہے اور فتویٰ دیوبند موافق مشہور کے ہے۔

ناظرین اس کی مزید تحقیق اپنے موقع واطمینان سے کرلیں اور اگر بعد تحقیق کسی کی ترجیح ثابت نہ ہو تو مثل مسائل اختلافیہ کے کسی جانب پر قصداً، یا بوجہ عدم تحقیق اتفاقا وعادۃً عمل کرنے والے پر ملامت نہ کی جائے اور اس کے عمل پر صحت کا حکم لگا دیا جاوے اور یہ موافق ہوگا میرے قول اول؛ یعنی ہر دو کے جواز کے، جس کے متعلق اس فصل کے مباحث ہیں اور بعد تحقیق تو وہی شق عمل اور تعلیم کے لیے متعین ہو جاوے گی اور ادلہ، چنانچہ مظاہر العلوم کی دلیل عالمگیریہ کی صلوۃ الخوف کی وہ روایت ہے، جو اس فصل کے سب سے اول سوال میں مذکور ہے، جس میں یہ عبارت ہے:

== وأما صلاة الطائفة الثانية والرابعة فجائزة أما صلاة الطائفة الثانية فلأنهم من جملة الطائفة الأولى لكنهم مسبوقون بركعة وقد انصرفوا فى أوان انصراف الطائفة الأولى فجازت صلاتهم ثم إذا جاؤوا يتمون صلاتهم فعليهم أن يصلوا ركعتين بغير قراءة وهى الثالثة والرابعة لأنهم لاحقون فيهما ثم ركعة بقراءة وهى الركعة الأولىٰ لأنهم مسبوقون فيهما. (المحيط البرهانى، الفصل الثامن والعشرون فى صلاة الخوف: ١٣١/٢، دار الفكر بيروت، انيس)

(۱) یعنی جن میں قرأت فرض ہے اخریین میں قرأت فرض نہیں، مندوب ہے۔ رشید احمد عفا اللہ عنہ

"وتجئ الطائفة الثانية إلىٰ مكان صلوٰتهم فيصلون ثلاث ركعات الأولىٰ بفاتحة الكتاب وسورة؛لأنهم مسبوقون فيها والأخريين بفاتحة الكتاب". (۱)

جس سے معلوم ہوا کہ غیر اولی میں ملنے والا مقیم خلف المسافر صرف مسبوق ہے اور صلوۃ الخوف کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں اور دار العلوم کی صریح دلیل شامی کی یہ روایت ہے:

(وقد يكون رأى المقيم المؤتم بالمسافر)مسبوقًا أيضا كما إذا فاته أول صلاة إمامه المسافر، ط. (۱۲۱/۱،أحكام المسبوق والمدرك واللاحق)

مگر مظاہر العلوم کی دلیل میں نہر کے ایک جزئیہ سے (نقلھا الشامی، رشید احمد) جو فصل ھذا کے سب سے اخیر کے سوال میں منقول ہے، جس میں یہ عبارت ہے:

"والمسبوق إن أدرك ركعة من الشفع الأول فهو من أهل الأولىٰ وإلا فمن الثانية". (۸۸٦/۱، صلوة الخوف)

یہ شبہ پڑ گیا، جیسا نہر کا یہ حکم (کہ شفعۂ اولی کی رکعت ثانیہ پانے والا طائفہ اولی میں سے قرار دیا گیا اور اس لیے اس کو قرأت سے منع کیا گیا، چنانچہ طائفہ اولی بقیہ نماز میں قرأت نہیں کیا کرتا ہے۔ **أنه لاحق حقيقة كمدرك الركعة الأولىٰ أوحكمًا كمدرك الركعة الثانية من الشفعة الأولىٰ.**)(۲)

اس شخص کے عدم مسبوقیت حقیقۃ کو اور دوسرے مسبوقین کی طرف اس منع قرأت کے تعدیہ کو کسی کے نزدیک مستلزم نہیں ہوا، اسی طرح عالمگیریہ کا یہ حکم کہ رکعت ثانیہ کا پانے والا بقیہ میں قرأت کرے، اس کے عدم لاحقیقت کو اور دوسرے لاحقین کی طرف اس قرأت کے تعدیہ کو بھی مستلزم نہ ہونا چاہئے؛ بلکہ نہر کے جزئیہ میں اس شخص کو حکما لاحق کہیں کے اور عالمگیریہ کے جزئیہ میں اس شخص کو حکما مسبوقین کہ دیں گے اور جب نہر کا حکم صلوۃ الخوف کی ساتھ خاص ہوگا لعدم التعدیۃ، اسی طرح عالمگیریہ کے حکم کو بھی صلوۃ الخوف کے ساتھ مخصوص کہیں گے اور دونوں حکم کسی استحسان پر مبنی ہوں گے، جو ہم کو ظاہر نہیں ہوا اور یہ دونوں جزئیے مقیم خلف المسافر صلوۃ الخوف سے متعلق ہونے میں مشترک بھی ہیں، پس دونوں شقوں کی ایک حالت ہوگی، پس وہ مقدمہ کہ صلوۃ خوف کی خصوصیت کی کوئی وجہ نہیں مخدوش ہوگیا۔ (حاشیہ امداد الفتاویٰ مبوب: ۳۵۰/۱)

---

(۱) الفتاویٰ الهندية،الباب العشرون في صلاة الخوف: ۱۵۵/۱،دار الفكر بيروت،انيس

(۱) والمسبوق إن أدرك ركعة من الشفع الأول فهو من أهل الأولىٰ وإلا فمن الثانية.(النهر الفائق شرح كنز الدقائق،باب صلاة الخوف: ۳۷۸/۱،دار الكتب العلمية بيروت،انيس)

اقول: نہر کے جزئیہ کا یہ مطلب نہیں کہ رکعت ثانیہ میں شریک ہونے والا باقی تینوں رکعتوں میں قرأت نہ کرے اور اس حکم میں وہ طائفہ اولی کی طرح ہے؛ بلکہ مقصود یہ ہے کہ ذہاب وایاب میں اور ترک القرأت فی الاخریین میں طائفہ اولی کے حکم میں ہے، نہ کہ رکعت مسبوقہ میں بھی وہذا ظاہر جدا۔

فتح القدیر کے دو جزیئے بھی اس کی تائید کر رہے ہیں:

ولو جعلهم ثلاث طوائف (أي في صلاة المغرب) وصلّٰى بكل طائفة ركعة فصلاة الأولٰى فاسدة وصلاة الثانية والثالثة صحيحة والمعنى ماقدمنا، وتقضى الثانية والثالثة أولابلا قراء ة ؛ لأنهم لاحقون فيها وتشهد واثم الركعة الأولٰى بقراء ة؛لأنهم مسبوقون. (وبعد سطرين) **لوجعلهم أربعًا في الرباعية ثم تقضى الطائفة الثانية والثالثة والرابعة وصلى الثالثة والرابعة أولابغيرقراء ة، ثم الأولٰى بقراء ة والطائفة الرابعة تقضى ركعتين بقراء ة ويتخيرمن في الثالثة؛ لأنهم مسبوقون بثلاث ركعات.** (فتح القدير: ۱/٤٤٤.وكذا في الهندية أيضًا)(۱)

مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ کے فتوی میں بھی یہ جزئیہ محیط اور سراج وجوہرہ سے گزر چکا ہے۔

نیز نہر کا یہ جزئیہ مقیم خلف المسافر سے متعلق نہیں ہے۔

اولا اس لیے کہ خلف المسافر مدرک رکعت ثانیہ طائفہ ثانیہ سے ہوگا، اسے طائفہ اولی سے شمار کرنے کے کوئی معنی نہیں اور یہ " **وإلا رأى إن لم يدرك الركعة الثانية فمن الثانية**" کے خلاف ہے۔

اور ثانیا اس لیے کہ اگر نہر کے جزئیہ کو خلف المسافر سے متعلق کہا جائے تو یہ بعینہ عالمگیریہ کے جزئیہ کا مفہوم ادا کرے گا، دونوں میں قطعا کوئی فرق نہیں رہے گا، حالاں کہ دونوں کے حکم میں تباین کلی ہے کہ نہر کے جزئیہ میں رکعات ثالث میں ترک قرأت کا حکم متصور ہے اور عالمگیریہ کے جزئیہ میں رکعات ثلاث میں قرأت کرنے میں عالمگیریہ کے جزئیہ کے ساتھ مشترک ہے، پس مظاہر العلوم کی دلیل میں نہر کے جزئیہ سے جو شبہ پیدا ہو گیا تھا، وہ مرتفع ہو گیا۔

علاوہ ازیں سہارنپوری کی تحقیق میں صلوۃ الخوف کے جزئیہ کے علاوہ دوسرے بھی بہت سے دلائل ہیں، جن کا جواب نہیں دیا گیا؛ بلکہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہ کی تصریح کے مطابق اصل دلائل دوسرے ہیں، صلوۃ

(۱) فتح القدير شرح الهداية، كتاب الصلاة، باب صلاة الخوف: ۲/۱۰۰، دار الفكر بيروت

ولو جعلهم في المغرب ثلاث طوائف فصل بكل طائفة ركعة فصلاة الأولى فاسدة وصلاة الثانية والثالثة جائزة وتقضى الثانية ركعتين الركعة الثانية بغير قراء ة والطائفة الثالثة تقضى ركعتين بقراء ة، كذا في الجوهرة النيرة. (الفتاویٰ الهندية، الباب العشرون في صلاة الخوف: ۱/۱٥٦، دار الفكر بيروت، انيس)

الخوف کا جزئیہ محض تائیداً لکھا گیا ہے، اس کے مقابلہ میں دارالعلوم کی دلیل کا جواب مظاہرالعلوم کی تحریر میں موجود ہے اور مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی قدس سرہ کے جواب کا مظاہرالعلوم کے جواب سے موافق ہونا اوپر گزر چکا ہے، پس جب تحقیق ادلہ سے مظاہرالعلوم کا جواب راجح ثابت ہوگیا تو عمل اور تعلیم کے لئے یہی متعین ہوگا۔ فقط

وللّٰہ الحمد علٰی توفیقه لِهٰذا التحریر وهو علٰی ما یشاء قدیر فاغتنمه وتفکر ولعل الحق لا یعدوه فتشکر وهٰذا ماجاء فی فهم هٰذاالفقیر والعلم عند اللّٰه اللطیف الخبیر

رشید احمد ۱۰/ ربیع الآخر ۱۳۷۹ھ (احسن الفتاویٰ: ۳/ ۳۸۶-۳۹۷)

☆ ☆ ☆